حشمت النساء، ہماری زنانہ تعلیم کے ان بہترین نتائج مین جن سے ہماری بڑی توقعات قائم تہین ایک جناب طیبہ بیگم بلگرامیہ (بنت نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی) کا وجود تہا، اُنھون نے ایسے باپ کے آغوش مین تعلیم پائی تھی جو مشرق و مغرب کا سنگم تہا، لیکن افسوس کہ مرحومہ نے گذشتہ سال ۳-جون ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا، مجلس خواتین اسلام (مسلم لیڈیز کانفرنس) کے اجلاس کلکتہ کی صدارت کے لئے بھی اُن کا انتخاب ہوچکا تہا،

مرحومہ کے شوہر خدیو جنگ اور ان کے صاحبزادہ مرزا علی یار خان صاحب نے مرحومہ کی حیات ثانیہ کے لئے یہ مناسب سمجہا ہے کہ انکے قلم کی یادگارون کو حلیۂ طبع سے آراستہ کردین، اس سلسلہ مین مرحومہ کی پہلی تصنیف حشمت النساء کو شایع کیا ہے، یہ بڑی تقطیع کے ۱۶۵ صفحون کا افسانہ ہے، جسمین حشمت النساء بیگم کا ایک دلچسپ قصہ لکہا گیا ہے، افسانہ نگاری کے اصول کی پوری پیروی کیگئی ہے، زبان دوسری زنانہ تصنیفات کی طرح مصنوعی مردانہ نہین، بالکل ٹہیک عورتون کے بول چال مین ہے، حشمت، قصہ کی ہیروئن کے حالات آغاز سے اختتام تک اُس اعلیٰ تصور کے مطابق لکھے گئے ہین، جسطرح ایک مسلمان خاتون کو ہونا چاہیئے، تعلیم، شادی بیاہ اور رسوم کی اصلاح کی اس ذریعہ سے کوشش کیگئی ہے، قیمت ۴ر سکہ عثمانیہ، ۱۲/ سکہ انگریزی، پتہ: علی منزل کوہ نور، خیرت آباد، حیدرآباد دکن،

زچہ اور بچہ: ڈاکٹر رونھ ینگ نے زچہ کی حفاظت اور خبرگیری کے اصول اور بچون کی پرورش کے متعلق ضروری ہدایات اس رسالہ مین جمع کئے ہین، سید اظہر علی صاحب ایم، اے منشی فاضل نے اسکا اردو مین ترجمہ کیا ہے، اور انجمن بہبودی مادران و بچگان بناکردہ لیڈی چیمسفورڈ دہلی نے چہپوا کر اسکو شایع کیا ہے، ترجمہ عمدہ، رسالہ پُر معلومات، لکہائی چہپائی عمدہ، صفحات ۹۰، چہوٹی تقطیع، قیمت ۱۲/، غالباً انجمن مذکور کے دفتر سے ملیگا،

مجلد نہم	ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۲ء	عدد ششم

مضامین

شذرات

جرمنی مین ابھی ایک عجیب قاتل گرفتار ہوا ہے، اوسپر الزام یہ ہے کہ اوسنے یکے بعد دیگرے تیس لڑکیون سے شادی کی اور ہر ایک کو قتل کر ڈالا، گرفتاری کے بعد حوالات مین اوسنے اپنا بیان ایک تصنیف کی صورت مین قلمبند کیا ہے، جسمین اوسنے اپنے جرم کی نفسیات پر بحث کی ہے لکھا ہے کہ میرا یہ فعل درحقیقت سوسائٹی اور ہیئت اجتماعی پر ایک عظیم الشان احسان ہے، عورتون کی اسقدر کثرت ہوگئی ہے کہ وہ مردون کی ضرورتون سے بدرجہا زیادہ ہوگئی ہین، ایسی حالت مین اونکا وجود سوسائٹی کے لیے ایک مہلک اخلاقی وبا ہے، جس سے اوسکو محفوظ رکھنا ہر صاحب احساس کا فرض ہے، دانایانِ فرنگ کی برابری کا کون دعویٰ کرسکتا ہے؟ لیکن کیا اس بیماری کا علاج تعدد ازدواج سے نہین ہوسکتا؟ اور کیا یہ جرم معصوم روحون کے قتل سے زیادہ سنگین ہے؟

اسی کے ساتھ یہ خبر سننی کے ساتھ سنی جائیگی کہ بالشویک روس نے اپنے موجودہ قحط کے عذابِ الیم کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ اوسنے (۱۲۰) قحط زدہ لڑکون کو گولی سے اُڑا دیا، اسکا سبب یہ تھا کہ اونہون نے بھوک کے مارے گھوڑے کا گوشت کھایا تھا، جس سے گھوڑون کی بیماری اون مین پیدا ہوگئی تھی، آہ! انسان کسدرجہ خدا کو بھولا ہوا ہے، وہ اوسکی قدرتون سے جنگ کرتا ہے، اوسکے نظام فطرت سے لڑنا چاہتا ہے، اور اس اعلان جنگ مین خود بخود وہ اپنے اسباب ہلاکت و بربادی کو ترقی کی دعوت دیتا ہے، اور اسطرح گویا اپنے ہاتھ سے اپنا گلا آپ کاٹتا ہے، مجرم قومون کی

تباہی اور پاداش جرم کی یہ بھی ایک صورت ہے، کیا اس روشن زمانہ مین ان معصومون کا قتل، تاریک عہد کے قتل بنات کے جرم سے مختلف ہے، ایک دن آئیگا جب یہ معصوم زبانین گویا ہونگی اور ان کا مالک اون سے پوچھے گا، بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ، تمکو کس جرم مین قتل کیا گیا،

علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کی تباہی پر ہم نے افسوس و حسرت کے جو چند قطرے بہائے تھے وہ بے اثر نہ رہے، لوگ بیمار کے مزید احوال دریافت کرتے ہین، لیکن اسکے جواب مین ہم صرف اسیقدر کہہ سکتے ہین کہ بیماری جب مہلک حد تک پہونچ جائے تو مزاج پرسی کی ساعتین ختم ہوجاتی ہین، اور ہر دردمند کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ اسکے علاج و معالجہ کے لیے دوڑ دھوپ کرے، ایک طرف تو طلبہ کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے دوسری طرف اخراجات کی فراوانی اور کثرت کا یہ عالم ہے کہ ہمین روایت پہنچی ہے کہ اصل سرمایہ مین اب ہاتھ لگ گیا ہے اور اگر کوئی فکر نہ کی گئی تو آیندہ سال شاید یونیورسٹی دیوالیہ ہوجائے، پروفیسرون اور معلمون کی تنخواہون پر تنخواہین بڑہائی جارہی ہین، بعض حکام کالج کی صرف سال مین دو تین بار آمد کے لیئے کئی ہزار سالانہ کا سفر خرچ منظور ہوا ہے، بعضون کے لیے دو دو سو ماہوار کی کوٹھیان اور عملہ اسلیے مقرر کیا گیا ہے کہ شاید وہ سال مین ایک دو دفعہ اس سرزمین پر نزول فرمائین تو اونہین تکلیف نہ اُٹھانا پڑے، حاشا کہ ان حالات کے اعلان سے اصلاح کے سوا کچھ اور مقصود نہین، کیا ہمارے قومی اخبارات حاضر الوقت ضروری مسائل سے کچھ سطرین بچا کر اس بے اہم اور معمولی مسئلہ کی نذر کرسکینگے؟

یاد ہوگا، دو ڈہائی سال ہوئے آکسفرڈ و کیمبرج یونیورسٹیون کے معاملات سے متعلق ایک شاہی کمیشن مسٹر اسکویتھ، سابق وزیر اعظم کی زیر صدارت مقرر ہوا تھا، اسکی رپورٹ حال مین شائع

ہوئی ہے، منجملہ اور تجاویز کے ایک تجویز یہ بھی کی ہے، کہ دونون یونیورسٹیون مین سے، ہر ایک کو خزانۂ سرکاری سے رقوم ذیل کی سالانہ امداد دی جایا کرے،۔

بہ مد اعانت عام	۱۰۰۰۰ پونڈ (۱۵۰۰۰۰ روپیہ)
بہ مد اعانت کتبخانہ	۹۰۰۰ پونڈ (۱۳۵۰۰۰ روپیہ)

گویا کل ۲۲۰۰۰ پونڈ (۳۳۰۰۰۰ روپیہ) کی سالانہ سرکاری اعانت کی تجویز ہوئی ہے، جو غالباً منظور ہو جائے۔ اِسوقت تک دونون یونیورسٹیون کو ۳۰ ہزار پونڈ (۴½ لاکھ روپیہ) سالانہ کی مدد ملتی رہی ہے،

سنہ ۲۲ء کی بابت انگلستان کے محکمہ تعلیم کا جو تخمینہ بنا ہے، اسکے لحاظ سے امسال مصارف کی تعداد ۴۳۰۸۶۱،۹۲ پونڈ (کچھ کم ستر کرور روپیہ) ہوگی، یہ بجٹ غیر معمولی کوشش کفایت کا نتیجہ ہے، ورنہ سال گذشتہ کی میزان اس سے بقدر ۰ ۵ لاکھ پونڈ کے زیادہ تھی، چند برطانوی یونیورسٹیون کی سالانہ آمدنی کے اعداد حسب ذیل ہین (بابت سنہ ۲۱-۲۲ء)،۔

برمنگھم یونیورسٹی	۱۱۹۲۶۴ پونڈ
مانچسٹر "	۱۴۷۶۰۶ "
لیورپول "	۱۶۱۷۷۶ "
شفیلڈ "	۱۰۱۲۰۱ "
اڈنبرا "	۲۰۴۲۴۶ "
گلاسگو "	۱۷۳۰۰۰ "

یہ چند برطانوی یونیورسٹیون کے نام بطور نمونہ کے لکھ دیے گئے، ورنہ یورپ وامریکہ کی تقریباً تمام یونیورسٹیان کم وبیش ایسی ہی شاہانہ آمدنیون کی مالک ہین، لیکن یہ عظیم الشان مداخل بھی روز افزون مصارف کے لیلے کافی نہین ہوتے، ہر چہار طرف سے ایک عام پُر زور مطالبہ ہو رہا ہے، کہ طلبہ کی فیس یا سرکاری اعانت کی رقم مین اضافہ کرکے بہر حال جس طریق پر بھی ممکن ہو، ضروریات تعلیم کے متناسب آمدنی حاصل کرنا چاہیے، اور ضروریات تعلیم ہین، کہ کلمات الٰہی کی طرح غیر محدود ولا انتہا ہین۔ علم ریاضی انکے شمار واستقصار سے قاصر ہے، ایک حاجت ابھی تکمیل کو پہنچنے نہین پاتی ہے، کہ دوسری حاجت اس سے اہم تر رونما ہو جاتی ہے، اساتذہ کے بیش قرار مشاہرہ، درسگاہون کی سرفلک عمارتین قیمتی سامان نشست وآسائش وآرایش، نازک وبیش بہا سائنٹفک آلات، روز ایک نئی مد مصارف کی نکلتی آتی ہے، تا آنکہ خدایان تعلیم گھبرا اُٹھے ہین، اور غریب ومفلس ہندوستان کی کلکتہ یونیورسٹی سے لیکر شاہ خرچ امریکہ وزر افشان انگلستان تک کی یونیورسٹیان تشویش واضطراب مین مبتلا رہنے لگی ہین، جولائی سنہ ۲۱ء مین جو کانگرس آف یونیورسٹیز لندن مین منعقد ہوئی تھی اسکے ایک صدر مجلس سر آرتھر بالفر نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ،

"یونیورسٹی تعلیم کی ضروریات روز افزون ہین، اور آمدنی مین انکے متناسب اضافہ کی کوئی توقع نہین، ہندوستان اور نوآبادیون کا حال معلوم نہین، لیکن کم ازکم برطانیۂ عظمےٰ مین تو روپیہ سے زیادہ تعلیمی مقاصد کے لیے کوئی شے اِسوقت اہم تر اور کوئی شے زیادہ عسیر الحصول نہین"۔

یہ تصویر کا ایک رُخ تھا، اب دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو، تعلیم کا ایک مفہوم یہ ہے کہ شاندار کچھ ہال ہون جن پر قصر وایوان شاہی کا دھوکا ہوتا ہو، سر بفلک سلسلۂ عمارات ہو، ذخیرۂ کتب

کی فراہمی مین دولت قارون درکار ہو، اساتذہ کے مشاہرہ پر بیدریغ زرپاشی ہوتی ہو، لاکھون روپیہ سالانہ فرنیچر اور ظاہری ساز و سامان کی مد مین صرف ہوتا ہو، تجربہ گاہون اور آلات کے لیے بیشمار دولت وقف ہو، غرض تعلیم اس مفہوم کے لحاظ سے تمامتر ایک کرشمۂ زر ہے، جسکا مبدءٗ و مُنتہیٰ، مرکز و محیط، جو کچھ ہے، سب ظاہریت دنیا دیت ہے، لیکن اس دنیا مین تعلیم کا ایک دوسرا مفہوم بھی موجود رہا ہے، اور اب بھی ہے، جسکے لحاظ سے یہ ظاہری شان و شوکت، جاہ و امارت، زرپاشی و دولت ریزی، زیبائش و آرایش، سب بے معنی ہے، اس نظام تعلیم مین زر و دولت اور سامان دنیوی ہی کو سرے سے بے حقیقت تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر حقیقت مانی بھی گئی ہے، تو ایسی جیسے کسی دھوکے کی ٹٹی، یا کھیل کود کی چیز کی ہوتی ہے، اعلموا انّما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثرٌ فی الاموال والاولاد ..... وما الحیٰوۃ الدنیا الامتاع الغرور۔ (حدید رکوع ۳)

جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی صرف بازیچہ اور ظاہری آرایش، اور مال و دولت اور آل و اولاد کی مفاخرت اور مسابقت ہے، ..... یہ دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے،

———— ⁖ ————

اِس علم کے لیے یونیورسٹی کی شاندار عمارتون، بے انداز دولت، اور سامان آسایش و آرایش مین سے کسی شے کی ضرورت نہین، اسکے لیے صرف صدق و صفا، قلب و ضمیر، تزکیہ و تقویٰ کی ضرورت ہے۔ ادہر تقویٰ حاصل ہوا اُدہر عالم الغیب والشہادہ کی ازلی یونیورسٹی سے براہ راست استفادہ ہونے لگا، وعدہ صریح ہے، وَاتّقوا اللہ ویعلّمکم اللہ واللہُ بکل شیٔ علیم (بقر۔ ۳۹) یہ علم کتابی معلومات سے حاصل نہین ہوتا، بڑے بڑے مہذب و آراستہ کتب خانہ اس علم کی تحصیل کے لیے قطعاً لاحاصل ہین۔ کتابون کا انبار انسانی دماغ کی طرح بعض چوپایون کی پشت پر بھی بار کیا جا سکتا ہے، لیکن نتیجہ؟ مَثَلُ الذین حملوا التوریٰۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ (جمعہ۔ ۱) اس علم لدنی

کا سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا فاضل، سب سے بڑا محقق، اُمی محض تھا، اور اسکی یہ اُمیت اسکی یہ حرف ناشناسی اسکے لیے باعث فخر تھی، بار بار تصریح کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے فَاٰمنوا باللہِ ورسولہ النبیِ الاُمّیِ (اعراف۔ ۲۰) الذین یتّبعون الرسول النبی الاُمّی (اعراف۔ ۱۹) ھو الذی بعث فی الاُمّیین رسولاً منھم (جمعہ ۱)

اس تعلیم کا مقصد یہ نہین ہوتا کہ بڑے بڑے عہدے اور مناصب حاصل ہون، یا صنعت و حرفت، تجارت و سیاست کے ہفتخوان سر کیے جائین، یا پھر حب وطن کی آڑ پکڑ کر ہمسایہ اقوام کے گلے پر چھری چلائی جائے، یہ تعلیم دنیا پرستی و نفس پرستی کی ان تمام شعبون کی قاطع ہے، اس علم کا مقصد معرفتِ نفس ہوتا ہے، نہ کہ گرد و پیش کے نقوش فانی مین غلو و انہماک،

علم آن باشد کہ بستاند تُرا   بے نیاز از نقش گردانُد تُرا
علم آن نبود کہ کور و کر کُند   مر ترا بر نقش عاشق تر کند   (مولانائے روم)

زر و مال کا معاوضہ طلب کرنا اِن علما و مُعلّمین کے لیے حرام ہوتا ہے، انکی تعلیم ہے۔

چون دگران را شوی آموزگار   کم طلب آن را عوض از روزگار
علم بود جوہر و باقی سفال   آن چون حقیقت دگران چون خیال
بیع جواہر بہ سفالے کہ چہ   بذل حقائق بہ خیالے کہ چہ   (جامی)

اس علم کی منزل مقصود کیا ہوتی ہے؟ اور اسکی تحصیل کے کیا شرائط ہین؟ انکا جواب اس درسگاہ مین آکر یہ ملتا ہے،

علم سوے درِ الٰہ برد   نہ سوے نفس و مال و جاہ برد
علم باید نخست پس علمت   بر خور از علم خواندہ با حلمت
علم بے حلم خاک کوے بود   علم با حلم آبروے بود
جاہل از علم جاہ جوید سود   مزد آجل بہ عاجل آرد زود
علم از حلم نیک پے گردد   سنگ بے سنگ لعل کے گردد   (سنائی)

کاش مُدعیانِ علم و دانش کو علّم الانسان مالم یعلم کی درسگاہ حقیقت سے علم و جہل کے امتیاز صحیح کی توفیق عطا ہو!

خلافت عثمانیہ

اور

اسلامی و مسیحی دنیا کا اعتراف

۲

مسئلہ خلافت پر معارف کے مضامین اسقدر پھیلے کہ مولنا روم کی طرح یہ کہنا پڑا کہ ع گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو، مگر آج اس سلسلہ کا یہ آخری نمبر ہے، امید ہے کہ آیندہ ناظرین کو اس کی تکلیف نہ دیجائے،

یہ مسئلہ یورپین پالٹیکس کا مرکز بننے سے پیشتر، مسیحی دنیا کی تمام قومون مین ایک مسلّم واقعہ کی طرح تسلیم شدہ تھا، تحریری شہادتون مین مسیحی دنیا کے اعتراف کی سب سے پہلی مثال، جدید یورپ کی سب سے پہلی ترقی یافتہ قوم پرتگیزون کے ایک سفیر متعین ہندوستان کی زبان سے ملتی ہے، ترکی امیر البحر سید علی جب احمد آباد گجرات مین عماد الملک وزیر کے دولت کدہ مین داخل ہوتا ہے تو اوسکی اتفاقی ملاقات پرتگال کے سفیر سے ہوتی ہے، سفیر مذکور کہتا ہے،

ہمین سلطان روم کی بہت ضرورت رہتی ہے، ہمارے ملک کے جہاز اونکی سلطنت کے بندرگاہون مین بے روک ٹوک جاتے ہین، اگر ہمین اسکی اجازت نہو تو ہمارا بہت برا حال ہو علاوہ اسکے سلطان روم، اسلامی دنیا کے بادشاہ ہین[1]،

[1] سفرنامہ سید علی امیر البحر ترجمہ اردو صفحہ ۳۳،

یہ سلطان سلیمان اعظم کا زمانہ تھا، اسی زمانہ مین سلطنت عثمانیہ اور فرانس کے درمیان سب سے پہلا رعایتی عہدنامہ مرتب ہوا جو اب "کیپی چولیشن" کے خوفناک نام سے مشہور ہے، اور جو ٹرکی کے گلے کا پھندا بن گیا ہے، اس عہدنامہ مین بھی سلطان کی حیثیت خلیفہ کی نظر آتی ہے،

یورپین علوم و مسائل کے سب سے بڑے بحر زخار اور دریاے ناپیدا کنار کا نام انسائیکلوپیڈیا ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا نام لینا استناد و اعتبار کے لیے شاید کافی ہو، سلطان سلیم کے تذکرہ مین یورپ کا یہ مستند ترین ذخیرۂ علمی حسب ذیل شہادت بہم پہنچاتا ہے،

"اسکے بعد شام اور مصر اوسکے (سلطان سلیم کے) قبضہ مین آگئے، وہ تمام اسلامی مقامات مقدسہ کا مالک ہوگیا، اور سب سے زیادہ اہم یہ کہ اوسنے آخری خلیفہ عباسیہ سے کہا کہ وہ خطاب خلافت اور اوسکے ظاہری لوازم مثلاً علم مقدس، اور شمشیر و زرہ نبوی اوسکے حوالہ کردے، اسکی وجہ سے سلاطین عثمانیہ نے جو عظمت حاصل کی وہ یہ تھی کہ وہ تمام عالم اسلامی مین معزز ترین ہوگئے، اور آج بھی وہ وہی اہمیت رکھتے ہین، اور جسنے خلافت کی اس شرط کو کہ خلیفہ قریشی ہو نسیاً منسیاً کر دیا ہے[1]"،

یورپین فن تاریخ کا سب سے بڑا اور معتبر ذخیرہ "مورخین کی تاریخ عالم" ہے جسکا ذکر اس سلسلۂ مضمون مین کئی دفعہ آچکا ہے، اس کتاب کے مصنفین نے متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے،

"سلیم اب فی الواقع "محافظ مقامات مقدسہ" بن گیا، اوسنے قاہرہ مین ایک بیچارہ بیوقوف شخص کا پتہ پایا جو مستنصر باللہ (۹) کے نام سے پکارا جاتا تھا، جسکا وصف امتیازی صرف اسقدر تھا کہ وہ عباسی خلفا کی دوسری شاخ کا اٹھارہوان خلیفہ تھا، سلیم نے اوسپر ہاتھ ڈالا اور اوسکو اوسوقت تک آزادی نہ دی جب تک اسنے خلافت کے تمام حقوق سے

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، طبع یازدہم، جلد ۲۴ صفحہ ۶۰۶،

دست برداری دلکھدی، اسکے معاوضہ مین سلیم نے اوسکو کچھ زرِ نقد اور رہا ہوا روظیفہ مقرر کردیا،

سلیم نے تب اپنے القاب مین اس لقب (خلافت) کا بھی اضافہ کرلیا، مگراب خلیفہ ایک بڈھا، مسکین شیخ نہین رہا تھا، بلکہ اب وہ ایک بہت بڑی طاقتور فوج کا مالک تھا، جو اسلام نے پہلے قبضہ مین کبھی رکھی تھی، اوس دن سے اسلام اپنا صرف سردار رکھتا ہے جسکے اقتدار کے ماتحت تمام سیاسی اور مذہبی امور ہین، یہ سردار قسطنطنیہ کا سلطان ہے[1]،

دوسری جگہ اس کتاب مین ہے،

مصر کے الحاق کے بعد سلیم نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا، جسکو اب تک مصر کے بادشاہ اختیار کیے ہوئے تھے[2]،

پروفیسر میکس مولر مشرقیات کے بہت بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین، اونھون نے اور اونکی بیوی نے آج سے ربع صدی پیشتر ٹرکی کا سفر کیا تھا، اوران دونون نے ملکر "سیاحت قسطنطنیہ" کے نام سے ایک سفرنامہ ترتیب دیا ہے[3]، اس سفرنامہ مین دو مقام پر خلافت عثمانیہ کا تذکرہ ہے، حرم وخزانہ کی سیر کے تذکرہ مین ہے،

"خزانہ سے باہر نکلنے پر ایک متصل چھوٹی مسجد کی طرف اشارہ کیا گیا، کہ اسمین پیغمبر اسلام کی عبا، علم، عصا، تیغ اور کمان محفوظ ہین، سلطان جلوس کے ساتھ سال مین ایکدفعہ رمضان مین اس کی زیارت کرتے ہین، سلطان کو عبائے نبوی پہنائی جاتی ہے، اگر یہ علم نکالا جائے تو اوسکے نیچے دنیا کے تمام مسلمانون کا جمع ہونا فرض سمجھا جاتا ہے، صرف سلطان بحیثیت خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے اسکو کھول سکتے ہین[4]،

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶ [2] کتاب مذکور ج ۲۴ صفحہ ۳۳۰ [3] اسکا اردو ترجمہ دار المصنفین مین ملے گا، [4] سیاحت قسطنطنیہ، ترجمہ اردو صفحہ ۳۶

رسم سلاملق کا سمان کھینچتے ہوئے یہ منظر اونکو نظر آتا ہے،

"علمار مشائخ اور مفتی سب کی نگاہین سلطان کی طرف لگی ہوئی تھین، جن کی وہ بحیثیت خلیفہ یا جانشین نبی عزت کرتے ہین[1]،

۱۸۸۲ء مین یعنی آج سے چالیس برس پیشتر مسٹر ولفرڈ بلنٹ نے سب سے پہلے سلاطین عثمانیہ کی خلافت کی اہمیت کے مسئلہ پر توجہ مبذول کی، اور اونھون نے عربون کے دوست بنکر اون مین عرب قومیت کا احساس وجذبہ پیدا کیا اور اونکو بتایا کہ خلافت اونکا قومی حق ہے اور اس حق کو وہ ترکون سے واپس لے سکتے ہین، مسٹر بلنٹ کی مشہور کتاب فیوچر آف اسلام ہے، جسکا ترجمہ سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی نے ۱۸۸۳ء مین مستقبل اسلام کے نام سے کیا ہے، یہ پوری کتاب مسئلہ خلافت پر یورپین نقطۂ نظر کی کماحقہ تفسیر اور توضیح ہے، بلنٹ صاحب ترکون کی مخالفت اور عداوت کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہ کرسکے کہ خلافت عثمانیہ آج دنیاے اسلام کا ایک مسلّم واقعہ ہے، اون کے اقتباسات ہمارے مطلب کے اس کثرت سے ہین کہ اونکو یہان نقل کرنا دشواری سے خالی نہین، یہان پر صرف ایک دو حوالے نقل کیے جاتے ہین،

غیر ممالک کے اجنبی مسلمانون سے بھی سلطان کی تقریر ابتدا ہی سے بہ نسبت دنیاوی بادشاہ کے زیادہ تر بطور حاکم مذہبی کے رہی، اور سفیرانِ یورپ کے ساتھ سلطان نے اپنی یہ حالت (یعنی حکومت مذہبی) برابر اور مستقل طور پر اور نہایت اثر کے ساتھ قائم رکھی (صفحہ ۱۶)

"ٹیونس کو بالخصوص اس بات پر ناز تھا کہ ہم تخت ٹرکی کی حکومت سے آزاد ہین، اور سواحل افریقہ کے حنفی فرمانرواؤن کے علاوہ اور سب لوگ ترکون کی طرف سے لڑنے کو لغو سمجھتے تھے، لیکن اب خود مالکی لوگ جو قیروان مین مقدس ہین سلطان عبدالحمید کے اشارہ پر

[1] سیاحت قسطنطنیہ، ترجمہ اردو صفحہ ۴۶،

حرکت کرتے ہین، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر مین بہی سلطان کیقدر کامیابی کے ساتھ تحریک کررہے ہین اور ہندوستان کے مسلمان تو علانیہ مساجد مین اونکے لیے دعا مانگتے ہین، ہر جگہ وہ فریق جو اسلام کی دوبارہ ترقی چاہتا ہے مسلح کھڑا ہے اور اس ارمنی خلیفہ کو جو اونکی مرضی کے موافق کام کررہا ہے اور یورپ کو حقیر جانتا ہے اور بشرط ضرورت اسپر تیار معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن اون لوگون کے ساتھ اون لوگون کا پیشوا بنکر علم جہاد بلند کرے جو اونکو اپنا پیشوا تسلیم کرچلا ہے (۶۳)

"یہ حالات جو مین نے بیان کیے علما مین اس درجہ تسلیم کرلیے گئے ہین کہ سال گذشتہ مین نے قریب قریب بلا اختلاف جمہور کی یہ راے پائی کہ سلطان عبد الحمید خان خاندان عثمانیہ کے آخری خلیفہ ہین (۶۷)

روسی مسلمانون کی حالت اور کیفیت اور اون مین اسلام کی زندگی کی بقا و فنا کا فیصلہ کرتے ہوئے مسٹر بلنٹ لکھتے ہین،

"ترکستان، سائبریا..... اور اون ملکون مین جو پہلے سلطنت عثمانیہ مین شامل تھے اور اب روس کے ماتحت ہوگئے ہین جس چیز نے مسلمانان اہل سنت و جماعت کو اپنے مذہب پر قائم کررکھا ہے وہ اونکا یہ علم و خیال ہے کہ ہنوز روسیون کی سرحد پر خود ہمارے ہم مذہب لوگون کی ایک بڑی جنگ آور جماعت موجود ہے اور خود اونکا مسلمہ روحانی اور مذہبی پیشوا اونپر حکمران ہے، اونکے مذہبی فخر کا مرکز قسطنطنیہ ہے جہان سلطان اور خلیفہ باسفورس کے کنارہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا یورپ اور ایشیا دو دنیاؤن پر حکمران ہے، (صفحہ ۱۳۳)

مشرق اور خصوصاً اسلامی مشرق کی حالت سے ذاتی واقفیت علماے یورپ مین پروفیسر

ویمبری سے زیادہ کسی اور کی نہو گی، پروفیسر موصوف اپنی کتاب مستقبل اسلام مین ایک جگہ لکھتے ہین،

سلاملق کے دن قسطنطنیہ مین زائرین دنیا، سلطان کے لیے جو اظہار ارادت و عقیدت کرتے ہین اوسکا سبب یہی ہے کہ وہ خلیفہ اسلام مانے جاتے ہین، (ترجمہ اردو صفحہ ۱۳۴)

یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان کے امیر ہمیشہ اپنی مساجد کے دروازون پر سلطان کے مطلاً فرمان آویزان رکھتے ہین جو اس بات کی دلیل ہے کہ اونکو نماز پڑھانے کا اختیار خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حاصل ہے، اور وسط ایشیا کے بعض خان سلطانی خطابات اور خلعتون کو نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کرتے ہین (صفحہ ۱۳۶)

مارکوئیس آف ولیسلی گورنر جنرل و ویسراے ہند اور سلطان میسور کے درمیان سلطان ٹرکی کے فرمان کی نسبت خط و کتابت کا تذکرہ اس سلسلہ مضامین مین کئی دفعہ آچکا ہے، آج پھر ایک دفعہ اوسکے چند فقرون کو دُہرانا ہے، مارکوئیس آف ولیسلی اپنے خط مین فرمان سلطان کا حوالہ دیکر سلطان میسور کو فرانسیسیون سے قطع تعلق اور انگریزون سے موالات کی جانب ان الفاظ مین متوجہ کرتے ہین،

"وہ (سلطان ٹیپو) تمام مذاہب کے دشمن اور خلیفہ اسلام پر حملہ آور ہونے والے فرانسیسیون سے ہر قسم کے تعلق کو منقطع کرکے اپنا جوش اسلامی دکھائے اور مین امید کرتا ہون کہ جب وہ (سلطان ٹرکی کے) اس خط کو پڑھے گا تو بلاشبہہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ فرانسیسیون نے مسلمانون کے مسلم خلیفہ کی توہین کی ہے،

سابق سفیر برطانیہ مسٹر لیرڈ متعین قسطنطنیہ نے اپنے مراسلہ سرکاری مورخہ ۱۹- جون ۱۸۷۷ء مین انگلستان کی وزارت خارجیہ کو حسب ذیل الفاظ مین متنبہ کیا تھا،

سلطان گھٹکر خود ایشیا کے پانچوین درجہ کے حکمران کی حیثیت کا کیون نہ رہ جاے مگر

پھر بھی وہ خلیفۂ اسلام برابر باقی رہے گا، اور یہ بہت ممکن ہے کہ اسلامی دنیا اپنے وجود کو قائم رکھنے کی آخری جنگ مین انگلستان کو ان خطرات اور مصائب کا جو اوسکو چارون طرف سے گھیرے ہوے ہین اصلی محرک اور باعث سمجھ کر انگلستان ہی پر پل پڑے،

جنگ ٹرکی و اٹلی جسکا مشہور نام جنگ طرابلس ہے، مسٹر بارکلے نے انگریزی مین اوس کی تاریخ لکھی جو ابھی حال مین شائع ہوئی ہے، کتاب مذکور مین صلح کے وہ دفعات اور شرائط بھی شروع مین لکھدیے ہین، جن پر ٹرکی اور اٹلی نے دستخط کیے ہین، منجملہ دیگر دفعات کے ایک دفعہ یہ بھی ہے،

طرابلس کے مسلمان مذہبی حیثیت سے سلطان کے تابع، اور وہ خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہینگے، اور جمعہ اور عیدین مین وہان کی مسجدون مین سلطان کا نام لیا جائیگا،

سر اڈورڈ کریسی، ایک انگریز نے ترکان عثمانیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے، جسکا نام "ہسٹری آف اوٹومن ٹرکش" ہے، اوسمین سلیم کے واقعۂ خلافت کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے،

"جب سلیم نے مصر فتح کیا تو وہان عباسی نسل کا خلیفہ فرمانروا تھا، سلیم نے اوسکو اسپر آمادہ کیا کہ وہ خلافت کو باضابطہ سلیم اور اوسکی نسل کی جانب منتقل کردے، ساتھ ہی سلیم نے خلافت کے آثار ظاہری بھی جنکے حامل عباسیہ چلے آتے تھے، اپنے قبضہ مین کرلیے یعنی علم مقدس، و شمشیر و رداے پیمبر"

سر تھیوڈر ماریسن (سابق پرنسپل مدرسۃ العلوم علی گڈھ) اون اہل علم انگریزون مین ہین جو مسلمانان ہند کے خیالات و حالات سے کماحقہ واقف ہین، اونھون نے ہندوستان کے اکابر اسلام کی صحبت اوٹھائی ہے، وہ ہندوستان کے عظیم الشان دور مین مصلحین اسلام کی انجمن کے ایک اعزازی رکن تھے، وہ مسئلۂ خلافت عثمانیہ پر ٹائمز مین حسب ذیل خیالات ظاہر کرتے ہین،

"اہل یورپ کو سب سے پہلی بات یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مسلمانان عالم کو ترکی کے ساتھ دلی محبت ہے، اور سلطان ترکی کے دنیاوی اقتدار کے خاتمہ کا خیال ہی اونھین برہم کردیتا ہے، اس موقع پر ہمارا یہ کہنا اون سے بالکل عبث ہے کہ اونھین سلطان کو خلیفہ تسلیم کرنا چاہیے، یا نہ چاہیے، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ وہ تسلیم کرتے ہین، وہ خوب جانتے ہین کہ خلافت، عباسیہ کے ہاتھ سے نکلکر آل عثمان تک کیونکر پہنچی ہے، لیکن اس راز کے محرم ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اس خیال مین بالکل پختہ و غیر متزلزل ہین..... بے شبہہ ہم اسپر تاسف کرسکتے ہین کہ مسلمانون کے یہ عقائد کیون ہین، مگر اس واقعہ سے انکار نہین ہوسکتا کہ ہین یہی عقائد،

نامور مستشرق پروفیسر براؤن جن سے بڑا مشرق و مشرقیات اور تاریخ اسلام کا عالم آج انگلستان بھر مین کوئی نہین، اونھون نے اس بحث پر ٹائمز مین جو مضمون لکھا تھا، اون کے بعض اقتباسات یہ ہین،

"مجھے ہمیشہ اس امر پر سخت حیرت رہی ہے کہ جو لوگ محمدؐ کی رسالت کے منکر ہین وہ کیون اس بحث مین اپنا اسقدر وقت اور دماغ صرف کرتے رہتے ہین کہ خلافت یا نیابت کا حقدار کون ہے؟ یہ بالکل ایسی ہی مہمل بات ہے کہ جیسے مسلمان اس فیصلہ کے درپے ہوجائین کہ مسیحیون کے پوپ یا "حامیِ ملت" کے لقب کا حق کسکو ہے......

سلاطین آل عثمان منصب خلافت کے کچھ آج مدعی نہین ہوے ہین بلکہ اگر سلطان سلیم نہین تو اوسکے فرزند سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ سے تو اونکا یہ دعوی بہرحال چلا آتا ہے چنانچہ سلیمان کی وفات پر مفتی ابوالسعود نے عربی زبان مین جو مرثیہ کہا تھا اوسمین تصریحًا اوسے خلیفۃ اللہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے... مزید شہادت

فریدون بے کے مرتب کردہ سرکاری کاغذات سے بہم پہنچ سکتی ہے،

انگلستان مین ایک بزرگ ایسے ہین جنکو اس حقیقت سے انکار ہے، اور وہ مشہور متعصب اسلام پروفیسر مارگولیتھ ہین، وفد خلافت اور پروفیسر موصوف کے درمیان اس مسئلہ پر لندن کے اخبار اوبزرور مین مناظرہ چھڑ گیا تھا، اسمین بطور ثالث کے ایک فاضل آرتھر ایچ ریڈنگ جو بعض ممالک اسلامیہ مین مدتون تک جج رہ چکے ہین، ایک مضمون اوسی اخبار مین (بتاریخ ۴ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء) شائع کرایا تھا، جسمین وہ لکھتے ہین،

"مین بخوشی اسکے لیے آمادہ نہین ہون کہ پروفیسر مارگولیتھ جیسے فاضل مستشرق سے اختلاف آرا کرون، مگر بحیثیت ایک قدیم عہدہ دار کے جسنے اپنی زندگی کے بہترین بیس برس اسلامی ملکون مین گذارے ہین اور ایک جج کی حیثیت سے جسنے قانون اسلامی کا نظم ونفاذ کیا ہو، یعنے فقہ شافعی، مین سلطان کے دعواے خلافت کو تمامتر منصفانہ نہین سمجھتا سلطان کا یہ دعوی کہ وہ پیغمبر اسلام کے جانشین ہین اور پوپ کا یہ دعوی کہ وہ سینٹ پیٹر کا جانشین ہے برابر درجہ کا بحث طلب ہے، اگو کچھ لوگ اسکے موید بھی ہین مگر بہت سے اسکے خلاف بھی ہونگے، مثلاً مین کہہ سکتا ہون کہ شیعہ حضرت علی اور اونکے خاندان کے سوا تمام خلفا کے منکر ہین، اور مراکش کے مالکی اپنا خود ایک اور سیی خلیفہ رکھتے ہین، اور ظاہر یہ مثلاً نجد کے وہابیہ اور شمالی افریقہ کے سنوسیہ اور عمان وزنجبار کے خوارج ہر مقامی اسلامی حکومت کے خود مختار فرمانروا کو امام تسلیم کرتے ہین، لیکن یہ (یعنی خلافت عثمانیہ) تمام عثمانی ترکون مین، تمام سنی حنفی عربون مین، اور اکثر شافعی، مالکی اور حنبلی عربون مین، ٹرکی کے قدیم دائرہ سلطنت مین، اور روس کے سنی مسلمانون مین

لہ ہمارے پچھلے اقتباسات کے لیے دیکھو معارف اگست سنہ ۱۹۱۹ء،

چین اور تاتارستان مین اور ایشیاے وسطی کے خانون مین، جہان سے مغل فاتح حنفی فقہ کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے وہان بھی اسی طرح جاوا مین اور جنوبی افریقی ملایا مین لوگ اسکو تسلیم کرتے ہین، اگو آخری نقطہ کے متعلق میرا علم تیقن نہین ہے...."

ان اعترافات کے علاوہ یورپ کے عام اخبارات ورسائل کے اقتباسات کا بڑا ذخیرہ ابھی موجود ہے، لیکن صرف اسلیے اونکو قلم انداز کیا جاتا ہے کہ مستند فضلاے مشرقیات مین اونکا شمار نہین،

غیر اسلامی خطہ ہاے عالم مین چین کی اہمیت بھی کچھ کم نہین ہے جہان تین کرور مسلمان آباد ہین، اونکے موجودہ عقیدہ کی نسبت ابھی مسٹر ریڈنگ کا بیان تم سن چکے، اگر تم کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ یہ آج کی پیداوار نہین بلکہ آج سے سینکڑون برس پہلے سلطان سلیمان اعظم ہی کے عہد مین خلافت عثمانیہ کا دائرہ عقیدت مشرق اقصی کی مسافت کو طے کر چکا تھا، سید علی امیر البحر، ہمایون کے دربار مین چینی مسافرون کی زبانی روایت کرتا ہے،

"جب ترک (مسلمان) سوداگرون نے چین مین عید کے روز سلطان کا نام خطبہ مین پڑھوانا چاہا تو اونھون نے خاقان چین سے کہا کہ ہمارا سلطان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور قبلہ کا بادشاہ ہے، لہذا اوسکا نام عید کی نماز مین شامل کرنے کی اجازت دی جائے گو خاقان چین ایک غیر مذہب کا آدمی ہے تاہم اوسنے مسلمانونکی درخواست کو جائز سمجھکر قبول کیا، بلکہ یہان تک کیا کہ خطیب کو خلعت فاخرہ پہنا کر اور ہاتھی پر سوار کرکے شہر سے گذارا، اوسوقت سے سلطان کا نام عید کی نمازون مین برابر چلا آتا ہے، (صفحہ ۴۶)

ان تاریخی تصریحات اور اعترافات کے بعد بھی اگر کسی کو اس مسئلہ مین شک رہ جائے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ،

شانتی نیکیتان

کے

چشم دید حالات

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی

گذشتہ سال جب عاجز کلکتہ گیا تو منجملہ دیگر ارادون اور تمناؤن کے اپنے ساتھ ایک آرزو و تمنا ہندوستان کے مشہور شاعر ٹیگور کے مدرسہ شانتی نیکیتان کے دیکھنے کی بھی رکھتا تھا۔ اگرچہ مدرسہ مذکور کے مجمل حالات امریکہ کے بعض علمی انگریزی اور مصر کے عربی رسائل مین نظر سے گذرے تھے لیکن آنکھین بطور خود اُن کے تفصیلی مشاہدہ کے لیے مشتاق تھین، ولیس الخبر کالعیان،

کلکتہ مین ایک عرصہ کے قیام و انتظار کے بعد یہ تمنا گذشتہ ۲ فروری کو پوری ہوئی جبکہ عاجز مع اپنے ایک رفیق کے بولپور جانے کے لیے ہوڑہ اسٹیشن پہونچا۔ اگرچہ ہم دونو کو گاڑی کے وقت اور پلیٹ فارم کی خبر نہ تھی، مگر حسن اتفاق کہ جب ہم لوگ ٹکٹ لینے کو گئے تو خود شانتی نیکیتان کے ایک طالب علم سے ملاقات ہوگئی جسنے نہایت خلق و مہربانی سے ہماری رہنمائی کی۔ ابتداءً ہم طالب علم مذکور کو اُسکی وضع و قطع سے جیسا کہ بدقسمتی سے اکثر بنگالی مسلمانون کی رہتی ہے ہندو سمجھتے رہے لیکن جب ریل مین بیٹھکر اطمینان سے

گفتگو ہوئی تو یہ معلوم کرکے کہ وہ مسلمان ہین ہماری مسرت و خوشی کی کوئی انتہا نہین رہی خصوصًا اسلیے کہ فی زماننا اس قسم کے علمی میدانون مین بدقسمتی سے مسلمانون کی پست ہمتی و پسپائی کا جو حال ہے وہ معلوم،

بہرحال ہم تینون تقریبًا ساڑھے دس بجے اسٹیشن بولپور پہونچے۔ یہان سے مدرسہ شانتی نیکیتان دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی اسوجہ سے یہ خیال کرکے کہ اسوقت مدرسہ مین جانا اُسکے منتظمین کے لیے باعث تکلیف ہوگا ہمنے ہرچند چاہا کہ رات اسٹیشن پر گذار دین اور صبح اطمینان سے جائین مگر سید مجتبےٰ علی (طالب علم مذکور) کے غیر معمولی اخلاق نے ہمین اُسیوقت جانے پر مجبور کیا۔ جون جون ہم بولپور کی آبادی سے دور اور مدرسہ سے قریب ہوتے جاتے تھے ہمین یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم دنیا کے شور و شر سے مہجور ہو رہے ہین اور ایک سنسان و دلفریب خلوت کیطرف قدم بڑھا رہے ہین۔ قدم قدم پر ہمارے دونوکا اشتیاق مقام مقصود تک پہنچنے کے لیے بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر ہم مدرسہ کی حدود کے اندر داخل ہوئے اور قدم رکھتے ہی ہمنے اُسے اسم بامسمّی پایا،[له]

وہان پہنچکر سید مجتبےٰ علی نے بعض منتظمین کو بیدار کیا اور وہ لوگ ہمین ایک خاص عمارت مین لے گئے جو مہمانون کے قیام کے لیے مخصوص تھی۔ یہ عمارت دو منزلی و پختہ بنی ہوئی ہے نیچے کی منزل کے وسط مین ایک بڑا ہال ہے جسمین تقریبًا اُسی کے برابر ایک تخت بنگالی طرز کا بچھا ہوا ہے جس کے چارون طرف جنگلہ ہے۔ اسپر سفید فرش بچھا ہوا تھا، ہمین فورًا دو بستر لا دیے گئے اور پانی اور لالٹین وغیرہ ضروری سامان بھی مہیا کر دیا گیا اور

[له] مدرسہ کا نام "شانتی نیکیتان" ہے اور بنگلہ زبان مین اسکے معنی ہین "بیت الامن"، چنانچہ مدرسہ کے مقام کی تمام دیگر شور و غوغا سے یکسوئی اور وہان کی خاموشی و سکون بھی اپنے اس نام پر پوری طرح دلالت کرتی ہے،

منتظمین ہین اُس تخت پر آرام کرنے کو کہکر رخصت ہوئے،

دوسرے روز علی الصباح جب ہماری آنکھ کھلی تو ہمنے گھنٹی کی آواز سنی جو طلبا کو بیدار کرنے کے لیے صبح چار بجے تین مرتبہ دی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہمین نہایت دل آویز موسیقی آواز مین خدا کی حمد وستایش کے ترانے بنگلہ زبان مین سنائی دینے لگے جنکو طلبا کی مختلف ٹولیان مدرسہ کے احاطہ مین گشت لگاتی ہوئی گا رہی تھین،

جب ہم نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے تو صبح سات بجے ہمارے لیے دودھ اور چاولون سے مرکب ناشتہ لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد سید مجتبےٰ علی آئے اُنھون نے ہمارے قیام کے کمرہ مین جو اشتہار لٹک رہا تھا وہ پڑھکر سنایا اُسمین لکھا ہوا تھا کہ،

(۱) یہان پر صرف ایک خدا کی پرستش کیجاتی ہے،

(۲) یہان پر کسی اوتار، دیو، دیبی، رشی یا مہاتما کی پرستش نہین کیجاتی،

(۳) یہان پر مذہبی معاملات مین گفتگو کرنا یا مباحثہ کرنا سخت ممنوع ہے،

(۴) یہان پر کسی ذی روح کا گوشت کھانا یا اُسے مارنا سخت ممنوع ہے،

(۵) کھانے مین یہان پر صرف بقولات وترکاری وغیرہ استعمال کیجا سکتی ہین،

(۶) یہان پر آپس مین لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہین بلکہ آپسمین محبت و دوستی رکھنا چاہیے

(۷) یہان پر ہر قسم کی منشی اشیاء پینا ممنوع ہے،

اس بڑے ہال کے دونون جانب دو کمرے اور تھے جنمین سے ایک مین ڈاکٹر بے مقیم تھے جن کی پیدایش روس جرمنی کی سرحد کی ہے، یہ برلن یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی اور کئی زبانون کے ماہر ہین ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ مین کیمسٹری کی تعلیم کے لیے یورپ سے اپنے ہمراہ لائے ہین، انکی بالکل ہی سادہ وضع اور سادہ زندگی

نہایت حیرت انگیز اور ہلوگون کو تعجب مین ڈالنے والی تھی کیونکہ ہم نے کبھی کسی باشندہ یورپ کو اس سادہ وضع قطع مین نہین دیکھا، انکو مطالعہ وتحریر سے عشق تھا۔ غالبًا یہ کسی کتاب کی تصنیف وتدوین مین اُسوقت مشغول تھے، دوسرے کمرے مین ایک ماسکو کی لیڈی مقیم تھین جو بطور وزیٹر (مہمان) کے ٹھہری ہوئی تھین اور کئی روز سے روسی زبان کے لٹریچر پر لیکچر دے رہی تھین، انکے ایک لیکچر مین ہم بھی شامل ہوے تھے لیکچر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک کمرہ مین فرش بچھا ہوا تھا اُسپر تمام سامعین ادنی طالب علم سے لیکر اعلے سے اعلے استاذ برابر بیٹھے ہوئے تھے انہین مین ڈاکٹر ٹیگور کی ہمشیر اور دیگر مستورات بھی تھین، لیڈی صاحبہ ایک دیسی مونڈھے پر بیٹھکر لیکچر دے رہی تھین جو انگریزی زبان مین اور روسی لٹریچر کے متعلق وسیع معلومات سے پُر تھا،

دار الاقامہ اور طلباء کی طرز معاشرت

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم سید مجتبےٰ علی کے ہمراہ بورڈنگ دیکھنے کو گئے جو چھوٹے چھوٹے قطعات مین علیحدہ علیحدہ ہوادار بنا ہوا ہے۔ ایک ایک کمرے مین کم سے کم دو طالب علمون کے رہنے کی جگہ ہے جسمین اُنکے سونے کے لیے دو تخت بچھے ہوے ہین ہر تخت کے نزدیک کتابین رکھنے کو ایک ایک میز رکھی ہے، اسکے سوا اور کسی قسم کا فرنیچر یا فرش نہین ہے، اور نہ طلبا کے نزدیک کوئی ایسا ساز و سامان۔ حتی کہ بعضونکے نزدیک تو کپڑون کے لیے صندوق بھی نہین،

عمومًا تمام طلبا، و اساتذہ نہایت سادہ لباس مین ملبوس رہتے ہین جسے وہ زیادہ تر اپنے ہی ہاتھ سے سیتے ہین۔ تمام اساتذہ وطلبا برہنہ سر اور برہنہ پا پھرتے ہین الا اُسوقت جبکہ بیماری کی حالت مین طبیب تجویز کردے، سب ایک ہی قسم کا کھانا جو چاول اور

سبزترکاریون پر مشتمل ہوتا ہے ایک جگہ اور ایک ساتھ بیٹھکر کھاتے ہین ایک دوسرے سے چھوت یا نفرت بالکل نہین رکھتے، تمام طلبا عموماً صبح چار بجے اُٹھتے ہین اللہ تعالی کی حمد وستایش کے ترانے گاتے ہین۔ بعد ازان کنوئین پر جاکر سب غسل کرتے ہین اور سفید کپڑے پہن کر نماز مین (کہ جو نام ہے تامل وتفکر، سوچ بچار، اور مراقبہ کا) مشغول ہوجاتے ہین، بعدہ ناشتہ کرتے ہین ساڑھے سات بجے درس وتدریس مین مشغول ہوجاتے ہین۔ تقریباً تین گھنٹہ متواتر تعلیم کے بعد ساڑھے دس بجے اساتذہ اور طلبا منتشر ہوجاتے ہین اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر کھانا کھاتے ہین، کھانا کھانے کے بعد اساتذہ آرام کرتے ہین اور طلبا جسطرح چاہتے ہین اپنا یہ وقت صرف کرتے ہین،

دو بجے کے بعد دوبارہ درس وتدریس شروع ہوتی ہے اور چار بجے تک جاری رہتی ہے، چار بجے کے بعد کا وقت عموماً ناشتہ کے بعد طلبا، ریاضیات بدنیہ مین صرف کرتے ہین۔ بعض کرکٹ وفٹ بال وغیرہ کھیل کھیلتے ہین بعض پیدل دس دس میل تک نکلجاتے ہین اور قرب وجوار کے دیہات وگاؤن مین پہنچکر وہان ہندوؤن کی اصلاح وہدایت مین مشغول ہوجاتے ہین۔ چنانچہ بہت سے قریب کے دیہات مین انہون نے رات کا مدرسہ قائم کرکے باقاعدہ ہدایت واصلاح کی درس وتدریس شروع کردی،

ان تمام کھیلون اور ورزشون سے فراغت کے بعد طلبا غسل کرتے ہین اور پھر تقریباً آدھ گھنٹہ نماز مین صرف کرتے ہین اور بعد ازان کھانا کھاکر نو بجے سوجاتے ہین، سولانے کے لیے طلبا کی ایک جماعت مدرسہ کے تمام احاطہ مین گشت لگاتی ہے اور نہایت دلکش آواز مین بنگلہ گیت گاتی جاتی ہے،

اسکے علاوہ طلبا سے زعامت وقیادت اور ذاتی حکم ورائے کی مشق بھی کرائی

جاتی ہے اور اُسکا طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ کا اندرونی نظام طلبا کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، پس ہر سہ شنبہ کو طلبا ہفتہ بھر کے لیے اپنا ایک قائد ولیڈر منتخب کرتے ہین جو تمام مدرسہ کا رئیس سمجھا جاتا ہے، پھر اسکے تحت مین ہر ایک جماعت اپنا اپنا لیڈر علیحدہ منتخب کرتی ہے یہ تمام لیڈر طلبا کے معاملات کی جماعت کے اندر اور جماعت سے باہر نگرانی کرتے ہین، اگر کوئی خطا کسی طالب علم سے صادر ہوتی ہے تو اُسکا محاکمہ ان لیڈرون کے سامنے کیا جاتا ہے خطا کار مجرم اپنے جرم وخطا کی مدافعت خود کرتا ہے یا کسی دوسرے طالب علم سے کراتا ہے جب باوجود مدافعت کے جرم ثابت ہوجاتا ہے تو لیڈرون کا محکمہ مجرم پر سزا کا حکم صادر کرتا ہے، اور سزا یہ ہوتی ہے کہ مجرم چندیوم کے لیے کھیل سے یا باغ مین کام کرنے سے محروم کردیا جاتا ہے۔ لیکن محکمہ کے لیے یا رئیس مدرسہ کے لیے یا اساتذہ کے لیے بھی بدگوئی کرنے اور خلاف تہذیب کلمات استعمال کرنے کی اجازت نہین ہے،

علاوہ ازین طلبا اپنے تصور کو قوی کرنے کے لیے اپنی قوت متخیلہ کو مذہبی راہ مین صرف کرنے کے علاوہ دیگر اشیا پر بھی صرف کرتے ہین مثلاً وہ ابتداے ظہور سے لیکر آخر موت تک حشرات، درخت، اور پھولون کے نشوونما کا بذات خود مشاہدہ کرتے رہتے ہین اور اس امر مین ڈاکٹر ٹیگور بھی اُنھین وقتاً فوقتاً مدد پہنچاتے رہتے ہین،

غرضکہ ایک ایسے وزیٹر کے لیے جو سچا علمی ذوق رکھتا ہو ان طلبا کی مفید طرز معاشرت نہایت مسرت بخش وامید افزا ہے، اس لیے کہ وہ انکو جب کبھی دیکھتا ہے تو سواے اس کے نہین پاتا کہ اگر انکی ایک جماعت شعر وعلوم کے مذاکرہ مین مشغول ہے تو دوسری حشرات یا حیوانات کے مشاہدہ وتبصرہ مین، اگر ایک جماعت پرندون کو دانہ کھلا رہی ہے تو دوسری نباتات کی تربیت اور دیکھ بھال کر رہی ہے،

طریق تعلیم طریق تعلیم موجودہ زمانہ کے کالجون اور اسکولون کے مروجہ و نمایشی طرز تعلیم سے بالکل نرالا و جداگانہ ہے، نہ وہان اسکول یا کالج کی کوئی عمارت ہے، اور نہ مختلف جماعتون کے لیے علٰحدہ علٰحدہ کمرے نہ کوئی لیکچر ہال ہے اور نہ طلبا و اساتذہ کے بیٹھنے کے لیے کسی قسم کا فرنیچر، طلبار کے لیے نہ تو وہان کسی قسم کی قیود باعث تحریص و تحصیل ہین اور نہ خوف اساتذہ، تعلیم کے لیے نہ تو آجکل کی یونیورسٹیون کی طرح مقرر و محدود نصاب ہے اور نہ مروجہ سالانہ و ششماہی امتحانون کی گرماگرمی - بلکہ وہان کے اسکول و کالج کی عمارات قدرت کی وہ فضا ہے جسکی سطح زمین کے خاکی فرش سے مزین اور جسکی چھت آسمان کے نیلگون گنبد سے مسقف ہے، اُنکی جماعتون کے کمرے جابجا اُگے ہوئے وہ قدرتی درخت ہین جو اپنے تروتازہ میوون اور سرسبز پتون کے ساتھ غفلت پرست انسان کو اپنے سایۂ آغوش مین ہر وقت درس معرفت دینے کے لیے طیار ہین، اُن کا لیکچر ہال فضا کی وہ وسعت ہے جسکی سطح الوان و اقسام کے عجائبات سے آراستہ اور جھت انواع و اقسام کے اجرام فلکیہ سے مرصع بجاے خود ایک درس عبرت اور خطبۂ موعظت ہے، سطح ارضی کی یہی رنگ برنگ کی خاک وہان کے اساتذہ و طلبار کا قابل فخر فرش و فرنیچر ہے - طلبار کے لیے باعث تحریص و تحصیل، قیود، خوف، نصاب، یا امتحانات کی سندون و ڈگریون کی بجاے اُنکا ذاتی حقیقی شوق و ذوق اور اُنکے اساتذہ کی سچی محبت و شفقت ہے،

حقیقت یہ ہے کہ جب یورپ و امریکہ کی وہ گرانمایہ و فاضل ہستیان جنھون نے پرورش ہی آرام کرسیون، ریشمی گدون، قالینون اور فاخرہ لباسون مین پائی ہے طوعًا و کرہًا نہین بلکہ بطیب خاطر شوق و ذوق سے سادہ لباسون مین ملبوس خاک پر درختون کے نیچے جابجا بیٹھی ہوئی درس دیتی ہوئی نظر آتی ہین تو مدرسہ کی اس کامیابی پر تعجب

ہوتا ہے کہ کس طرح سے یہ سپیدی و سیاہی کے امتیاز، اور ملکی و مذہبی عصبیت کے مٹانے مین کہ جو اہل یورپ کی پیدائشی خصوصیت و سرشت ہے کامیاب ہوگیا ہے،

طریق تعلیم وہی "املا" (یعنی لیکچرس) کا ہے جو قدیم زمانہ مین مسلمانون مین رائج تھا اور اوقات تعلیم بھی زمانہ قدیم کی طرح جیسا کہ ہمنے ابھی بتلایا دو حصون مین منقسم ہے اول ساڑھے سات بجے سے ساڑھے دس تک دوسرا دو بجے کے بعد سے چار تک، اور یہی اس ملک کے لیے موزون بھی ہے اسلیے کہ ہر ملک و قوم کی ترقی موقوف ہے اُسکے افراد کی علمی و ذہنی ترقی پر، اور علمی و ذہنی قابلیتون کے نشو و ارتقار کو اپنے پیدائشی ملک کی آب و ہوا سے بہت گہرا تعلق ہے، پس اگر کسی ملک کے افراد کی تربیت و تعلیم اور اُنکی ذہنی استعداد کی پرورش اُنکے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے نہین کی گئی تو ظاہر ہے کہ نتیجہ بجاے اسکے کہ امید افزا اور کامیاب ثابت ہو ملک مذکور کی ساری دماغی قابلیتون اور ذہنی ترقیون کے لیے مہلک ہوگا - آج منجملہ اُن دیگر مسائل کے کہ جو یورپ کے مدعیان تہذیب و تمدن کیجانب سے ہندوستان کی دماغی ترقیون اور ذہنی قابلیتون کے حقیقی نشو و ارتقار مین سد راہ ہوئے ہین ایک مسئلہ "اوقات تعلیم" بھی ہے،

قواعد و ضوابط تطویل کے خوف سے ہم اسکول کے قواعد و ضوابط کو نظر انداز کرتے ہین اور صرف کالج کے قواعد و ضوابط اور حالات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہین - ناظرین کرام اسکول کا بھی اسی سے انداز کر سکتے ہین کیونکہ اسکول و کالج کے قواعد و ضوابط مین کوئی فرق نہین ہے:

کالج کا نام "وسوا بھارتی" *Visvabharati* ہے، اسمین ایک خاص رعایت جو سید مجتبٰے اعلی کی زبانی معلوم ہوئی اور قواعد و ضوابط مین درج نہین ہے یہ ہے کہ

اگر کوئی نادار طالب علم ہو اور وہ صحیح ذوق علمی اور طلب صادق رکھتا ہو لیکن مدرسہ کی فیس نہ دے سکتا ہو تو اُسکو بصورت ضمانت بطریق قرض تعلیم دیجاتی ہے یعنی منتظمین کی رائے کے اتفاق سے ضمانت پر اُس سے ایک اقرارنامہ لکھوا لیا جاتا ہے کہ وہ بعد فراغت کالج کا روپیہ ادا کردیگا اور پھر کالج اُسکے اخراجات کا کفیل ہوجاتا ہے۔ قواعد وضوابط حسب ذیل ہین،

۱- وسوا بھارتی صرف اعلے تعلیم کے لیے ہے اور صرف اُن ہی لوگون کی شمولیت کی اُسمین امید کیجاسکتی ہے جو طلب علم کے لیے اپنے کو وقف کرسکین،

۲- وسوا بھارتی مین جو امتحانات وغیرہ ہوتے ہین اُنکو کوئی خاص اہمیت نہین ہے اور نہ اُسمین کسی قسم کی سندین یا ڈگریان دی جاتین،

۳- طلبار کو زیادہ تر اپنی ہی کوششون پر بھروسہ کرنا ہوگا گو وہ پروفیسرون سے ہمیشہ فوری مدد وہدایت حاصل کرسکتے ہین،

۴- طلبار کو بعض معین کورس کے مطالعہ کی ترغیب دیجاتی ہے لیکن ساتھ ہی اُس کے اُنہین اجازت ہے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ مضامین بھی اپنی استطاعت کے مطابق لے سکتے ہین،

۵- "واسطۂ تعلیم" بنگلہ زبان ہے سوائے یوروپین زبانون کے کہ وہ انگریزی زبان کے ذریعہ سے سکھائی جاتی ہین- اس قاعدہ سے بعض اوقات اساتذہ اور طلبا کی سہولت و آسایش کی موزونیت کے لیے انحراف بھی کیا جاسکتا ہے، ایک بنگلہ اور انگریزی جاننے والا طالب علم عموماً تمام اسباق اور لیکچرس مین شرکت کے قابل ہے،

۶- ادنیٰ سے ادنیٰ استعداد جو داخلہ کے لیے درکار ہے وہ کسی یونیورسٹی کا میٹریکولیشن

امتحان ہے لیکن یہ قاعدہ اُن اُمیدوارون کے لیے نظرانداز کیا جاسکتا ہے جو اپنی اسقدر استعداد ثابت کرسکتے ہون،

۷- سردست تعلیم پانچ صیغون مین منقسم ہے۔

(۱) زبان وادب

(۲) فلسفہ

(۳) تاریخ

(۴) آرٹس (فنون)

(۵) علم موسیقی

۸- صیغہ ادب و زبان مین اسوقت مندرجہ ذیل زبانونکی تعلیم کا انتظام ہے،

(۱) سنسکرت — (۸) میتھیلی Maithili

(۲) پالی — (۹) سنہالی Sinhalese.

(۳) پراکریت Prakrit — (۱۰) فرینچ

(۴) بنگالی — (۱۱) جرمنی

(۵) ہندی — (۱۲) گریک

(۶) گجراتی — (۱۳) لاطینی

(۷) مرہٹی — (۱۴) تبتی

۹- ہر ایک کورس (نصاب) چھ سال کا ہے اور دو درجون مین منقسم ہے (۱) عمومی، (۲) خصوصی، جنمین سے ہر ایک درجہ کی مدت تین سال کی ہے،

۱۰- جو طلبا ذیل کے مضامین مین تحقیقاتی کام کرنا چاہین اُنکے لیے خاص خاص آسانیان

بہم پہنچائی جاتی ہین،

(۱) سنسکرت (۴) ہندوستان کی تاریخ قدیم اور ارتقار

(۲) پالی (۵) فلسفہ بدھ مذہب،

(۳) پراکریت

۱۱- طلبا، ایک عمدہ فراہم شدہ کتب خانہ سے مستفید ہوسکتے ہین جو سب کے لیے کھلا ہوا ہے کتب خانہ مین اب انڈالوجی (آثار ہندیہ) کے متعلق فرنچ زبان مین ایک پورا ذخیرہ موجود ہے،

۱۲- داخلہ سال مین صرف ایک مرتبہ جنوری مین ہوگا،

۱۳- دونون طبقہ کے طلبا (یعنی طبقۂ اناث اور طبقۂ ذکور کے) تمام ذاتون، برادریون، اور عقیدون سے تعلق رکھنے والے داخل کیے جاتے ہین۔ طالبات کے لیے رہنے کا انتظام علحدہ ہے۔

۱۴- داخلہ کی فیس ۲ روپیہ اور ماہواری فیس ۲۵ روپیہ ہے جسمین بورڈنگ ٹیوشن وغیرہ کی فیس شامل ہے،

۱۵- طلبا، کی ایک قلیل تعداد کے لیے ایک ماہر معلم کے زیر نگرانی علمی زراعتی تعلیم کا اہتمام بھی کردیا گیا ہے،

۱۶- پروفیسر سلوین لیوی ایک فرنچ عالم نے ذیل کے مضامین پر لیکچر دینا شروع کردیا ہے،

(۱) قدیم ہندوستان کے تعلقات اپنے قرب وجوار کے ممالک سے۔ ہر ہفتہ کے دن،

(ب) بدھ مذہب کا اثر قدیم دنیا پر۔ ہر یکشنبہ کے دن۔

اسلیے پروفیسر مذکور کے تحت مین جو طلبا تحقیقاتی کام کرنا چاہتے ہون اُن سے

درخواستین فوراً مطلوب ہین

۱۷- ہر قسم کی خط وکتابت بنام پرنسپل وسوا بھارتی۔ سانتی نیکیتان (بنگال)، ہونا چاہیے،

علما یا اسٹاف کالج کا علما یا اسٹاف مندرجہ ذیل پروفیسرون اور منتظمون سے مرکب ہے،

(۱) مسٹر بدھوشنکر شاستری۔ ایم اے۔ یہ کالج کے پرنسپل ہین ژندی زبان کے ماہر ہین اور سنسکرت زبان کے پنڈت ہین،

(۲) ڈاکٹر رابندرو ناتھ ٹیگور بنگالی اور انگریزی زبان کے ادب کی تعلیم دیتے ہین،

(۳) شادر مہاگیش رگرو مہلابیر، انکی عمر ساٹھ سال کی ہے پالی زبان کے ماہر ہین، انکی پیدایش سیلون کی ہے بادشاہ سیام کے اُستاذ ہین،

(۴) پروفیسر سلوین لیوی Sylvain Levy یہ فرانس کے ایک مستشرق ہین جرمنی کی اسٹراسبرگ یونیورسٹی Strassburg کے پی ایچ ڈی ہین، جرمنی، فرنچ، انگریزی، اطالوی، گریک، لاطینی، چینی، جاپانی، تبتی، اور سنسکرت زبانون کے ماہر ہین۔ علم تاریخ مین انہین یدطولی ہے، ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ کے لیے گذشتہ سفر یورپ مین فرانس سے اپنے ساتھ لائے ہین۔ ڈاکٹر ٹیگور سے یہ آجکل بنگلہ زبان پڑھتے تھے،

(۵) مامی لیوی Mame Levy یہ فرنچ زبان کے پروفیسر ہین،

(۶) سی ایف اینڈریوز C. F. Andrews ایم اے۔ اخباری دنیا انسے بخوبی واقف ہے یہ ڈاکٹر ٹیگور کے شاگرد رشید ہین مدرسہ مین انگریزی کی تعلیم دیتے ہین بنی نوع انسان کی ہمدردی مین عموماً اور ہندوستان کی ہمدردی مین خصوصاً انکے کثرت سے معرکۃ الآرا مضامین اخبارون مین نکل چکے ہین جو غالباً ناظرین کی نظر سے

گذرے ہونگے،

(۷) ڈبلو ڈبلو پرسن (W. W. Pearson) ایم اے (کینٹب) یہ انگریز ہین اور انگریزی کی تعلیم دیتے ہین، ہم نے انہین نہایت سادہ لباس مین ایک درخت کے نیچے خاک پر بیٹھا ہوا طلبا رکو پڑہاتے ہوئے دیکھا ہے جو ہمارے لیے ایک نہایت مؤثر منظر تھا،

(۸) ڈاکٹر بے (D. Bay) پی- ایچ ڈی- (برلن) انکی پیدایش جرمنی اور روس کی سرحد کی ہے- برلن یونیورسٹی کے پی- ایچ ڈی ہین- مدرسہ مین یہ کیمسٹری کے پروفیسر ہوکر آئے ہین، فرنچ، جرمن، انگریزی- جیکو سلافی، اور روسی زبانون کے ماہر ہین،

(۹) ڈاکٹر مس کرامش (Drs. Kramish) یہ ایک لیڈی ہین- کرٹیک آرٹ (Critic art) کی ماہر ہین اور مدرسہ مین اسی کی معلمہ ہین،

(۱۰) مسٹر مارس (Mrs Morris) بی- اے- یہ بمبئی یونیورسٹی کے بی اے اور پارسی ہین فرنچ اور انگلش جانتے ہین- مدرسہ مذکور مین معلم ہین،

(۱۱) اے- لکشمن راؤ (A. Luckshaman Rao) بی- اے یہ بھی انگریزی کے معلمین مین سے ایک ہین،

(۱۲) فنند رانا تھ بوس (F. N. Bose) یہ کلکتہ یونیورسٹی کے ایم اے ہین اور مدرسہ مذکور مین تاریخ کے پروفیسر ہین،

(۱۳) بھم راؤ شاستری (Bhim Rao. S.) یہ ریاست میسور کے ہین اور ہندی علم موسیقی کے معلم ہین،

(۱۴) دیوندرا ناتھ ٹیگور (Dewendra. N. Tagore) یہ ڈاکٹر ٹیگور کے عزیزون مین ہین اور مدرسہ مین بنگالی علم موسیقی کے پروفیسر ہین،

(۱۵) نندالال باسو (N. L. Basoo) } یہ دونون صاحبان انڈین آرٹ کے ماہر ہین
(۱۶) اسٹ کمار ہلدر (A. K. Haldar) } تصویر کشی و نقاشی وغیرہ مین اعلے

دستگاہ رکھتے ہین اور اسی کے مدرسہ مین پروفیسر ہین،

(۱۷) مسراجی (Misraji) یہ سنسکرت زبان کے پنڈت ہین اور سنسکرت کی تعلیم دیتے ہین،

(۱۸) نرسنگہ جی میٹھل بھائی، یہ گجراتی زبان کے پروفیسر ہین،

(۱۹) کیتی موہن سین- یہ بنگلہ اور سنسکرت زبان کے معلم ہین،

(۲۰) ڈاکٹر ایمہرسٹ (Dr. Elmherst) بی- ایس سی- یہ امریکہ کے بی- ایس سی ہین اور علم زراعت کے ماہر ہین، مدرسہ مذکور مین طلبا کو زراعت کی علمی تعلیم دیتے ہین،

عمارات

مدرسہ مین علاوہ یورپین اساتذہ کے خاص خاص بنگلون اور بورڈنگ کے مندرجہ ذیل عمارات قابل ذکر ہین،

کتب خانہ یہ ایک مختصر سی عمارت ہے جسمین دنیا کی مختلف زبانون کے لٹریچر، فلسفہ، اور ہندوستان کی قدیم تاریخ کے متعلق اچھا مواد جمع ہے، لٹریچر مین زیادہ تر انگریزی، سنسکرت اور بنگلہ زبانون کے متعلق کتابین زیادہ ہین- افسوس کہ فارسی و عربی ادب کے متعلق کہ جس سے تعلق رکھنے والے سات کرور انسان ٹیگور کی ہمسائگی مین بستے ہین اور

جنکے متعلق بار بار موجودہ عہد اتفاق و اتحاد کی تقریرون اور تحریرون مین دھرایا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کا دوسرا ہاتھ ہین ایک بھی کتاب نہین۔ جب عاجز نے اسکے متعلق منتظمین سے دریافت کیا تو صرف دو تین فارسی کی تاریخی ایشیاٹک سوسائٹی کی شائع کردہ کتابین اور دو ایک شعرا تذکرے جنہین ڈاکٹر براؤن نے شائع کیے ہین سامنے لاکر رکھدیے گئے اور عربی کی ایک بھی کتاب نہ تھی۔ مدرسہ مین جو علمی رسائل انگریزی، فرنچ اور جرمن زبان کے امریکہ اور یورپ سے آتے ہین وہ بھی اسی کتب خانہ کے ریڈنگ روم مین طلبار وغیرہ کے مطالعہ کے لیے موجود رہتے ہین۔ اسی سے ملحق ایک چھوٹا سا کتب خانہ اور ہے جو طلبار کی ایک انجمن سے تعلق رکھتا ہے، اسمین زیادہ تر انگریزی لٹریچر کی کتابین ہین۔ منتظمین کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ سلطنت جرمنی سے تین ہزار کتابین اور فرانس سے ڈھائی ہزار کتابین کہ جو ہر دو حکومتون نے ڈاکٹر ٹیگور کو اُنکے گذشتہ سفر یورپ مین ہدیۃً پیش کی تھین کتب خانہ مین آنے والی ہین،

آرٹ گیلری | یہ بھی ایک مختصری دو منزلی عمارت ہے جسمین اوپر کی منزل پر ہاتھ کی بنائی ہوئی نہایت اعلےٰ رنگ دار تصاویر، مناظر و نقشے وغیرہ موجود ہین۔ ڈاکٹر ٹیگور کے ہاتھ کی بھی اسمین عمدہ عمدہ تصاویر ہین۔ اس آرٹ گیلری کا مقصد زیادہ تر قدیم ہندوستانی آرٹ کو زندہ کرنا ہے، چنانچہ ریاست گوالیار سے اعلےٰ اعلےٰ نمونے نقاشی کے کہ جو وہان کے غارون مین پتھرون پر کندہ تھے نقل کرکے یہان پر لائے ہین، الغرضیکہ ذخیرہ نہایت عمدہ اور بلند پایہ ہے اور اب یورپ کے ارباب فنون کو اپنی جانب کھینچنے لگا ہے۔ اس عمارت کے نیچے کی منزل مین مسٹر اینڈریوز (C. F. Andrews) رہتے ہین،

عبادت گاہ | عمارات مین سب سے زیادہ اہم جو ایک اجنبی کے لیے جالب نظر و توجہ

ہو سکتی ہے وہ وہان کی عبادتگاہ "یا مندر" ہے جو اپنی طرز مین بالکل جدید ہے۔ یہ عمارت صرف ایک کمرہ اور ایک برج پر مشتمل ہے جو سطح زمین سے تقریبًا چار فیٹ کی کرسی پر تمام دیگر عمارتون سے بالکل علیحدہ ایک احاطہ کے اندر بنی ہوئی ہے اس کمرہ اور برج کے اوپر اور ہر چہار طرف رنگ برنگ کے شیشے لگے ہوئے ہین تاکہ روشنی کافی مقدار مین اندر پہنچ سکے، ہر دوشنبہ کو اسمین علی الصباح عبادت ہوتی ہے تمام طلبا اور اساتذہ لزومًا اس مین شامل ہوتے ہین۔ عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ علے الصباح گھنٹہ بجادیا جاتا ہے اور تمام اساتذہ و طلبا اُسکو سنکر سفید چادرین اوڑھے ہوئے اُسمین جمع ہوجاتے ہین۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت بنگلہ زبان مین گائے جاتے ہین اس کے بعد سب خاموشی کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے مراقبہ، تفکر و تصور مین مشغول ہوتے ہین پھر اُسکے بعد ایک اُستاذ اللہ کی تعریف مین اور اُسکے احسان و انعام، اُسکی مخلوقات اور صنائع و بدائع عالم مین غور و فکر کرنے کے متعلق وعظ کہتا ہے اور سب خاموشی کے ساتھ اوسے سُنتے ہین، اسکے بعد جلسہ برخاست ہو جاتا ہے،

اسی عبادت گاہ سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے ٹیگور کے والد مراقبہ کیا کرتے تھے۔ اب اسکے نیچے ٹیگور نے ایک خوشنما چبوترہ بنا دیا ہے،

ٹیگور کا مکان | ان ہی عمارتون مین ٹیگور کا مکان ہے جو دو منزلہ بنا ہوا ہے۔ اس مکان کے گرد اقسام و انواع کے درخت و پھلواری لگی ہوئی ہے اسمین ہندوستان کی وہ ہستی رہتی ہے کہ جسنے اپنی شاعرانہ قابلیت سے تمام دنیا کو مسخر کرلیا ہے۔ افسوس کہ جس زمانہ مین ہم وہان پہونچے اوسوقت ٹیگور کہین باہر گئے ہوئے تھے،

ٹیگور جسوقت یہان موجود رہتے ہین تو وہ بھی طلبار کے ساتھ علی الصباح اُٹھتے ہین،

بلکہ بسا اوقات اُن سے بھی پہلے' اور غسل وغیرہ کر کے مراقبہ کرتے ہین کھانا تمام طلباء کی ساتھ کھاتے ہین۔ اُنہین چہل قدمی اور کھیتی کا بہت شوق ہے۔ طلبا اور اساتذہ کو ہفتہ مین ایک مرتبہ اپنے وعظ سے مستفید فرماتے ہین۔ بچون سے بے انتہا انس و محبت رکھتے ہین، چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک چھ برس کا بچہ اُنکے زانون پر بیٹھا ہوا اُنکی داڑھی سے کھیل رہا تھا اُسنے یکایک اُنسے کہا کہ "آپ تو کثرت سے شعر کہتے ہین، مجھے کیون نہین سکھلاتے کہ مین بھی آپ کی طرح کہنے لگون" اسپر ڈاکٹر ٹیگور نے نہایت ہی محبت و تلطف کے ساتھ اُس سے کہا کہ "بیٹا! اس بوجھ کا اُٹھانا بہت مشکل ہے بلکہ بار رہا مین نے اسکو محسوس کیا ہے کہ مین خود بھی اُس کا مستحق نہین ہون پس مین نہین چاہتا کہ یہ بار تجھ پر ڈالون خصوصًا جبکہ تو بہت کمسن ہے،" اسپر اُس بچہ نے نہایت حاضر جوابی سے جواب دیا کہ "تب مین خود تنہا شعر کہنے کی کوشش کرونگا" اور اُس کے بعد سے وہ شعر کہنے لگا جو وقتًا فوقتًا شانتی نیکیتان کے بنگلہ رسالہ[1] مین نکلتے رہے ہین،

ٹیگور کو مطالعہ کا بے انتہا شوق ہے کتابون، علمی رسالون وغیرہ کا مطالعہ کثرت سے کرتے رہتے ہین، اور ہر مہینہ مین علم ادب، فلسفہ، اقتصادیات، سیاسیات، اجتماعیات اور تاریخ کی بہترین و مفید کتابین خریدتے ہین اور اُنکا مطالعہ کرنے کے بعد شانتی نیکیتان کے کتب خانہ مین دیدیتے ہین جہان اساتذہ اور طلبا اُنکا مطالعہ کرتے ہین،

---

[1] پہلے مدرسہ مذکور سے "شانتی نیکیتان" نامی ایک ماہوار رسالہ بھی بنگلہ زبان مین نکلتا تھا جس مین ڈاکٹر ٹیگور، دیگر اساتذہ اور طلبا کے علمی ادبی مضامین نکلتے رہتے تھے مگر اب یہ بعض مالی مشکلات کیوجہ سے سردست بند ہو گیا ہے،

خاتمہ

یہ تو مدرسہ "شانتی نیکیتان" کے وہ حالات تھے جنہین ہم نے وہان پر پہونچکر دیکھا اور سنا اب ہم آیندہ اسکے نتائج پر تاریخی اور مذہبی پہلو سے نظر ڈالینگے، مدرسہ مذکور مین اسوقت علاوہ اسکول کے طلبار کے تقریبًا سو سوا سو طلبا ہین جن مین دنیا کے بعض دور دراز گوشون کے طلبا بھی شامل ہین، زیادہ و غالب عنصر بنگالی طلبا کا ہے۔ صوبۂ بنگال مین مسلمانون کی آبادی باوجود زیادہ ہونے کے صرف دو طالب علم یہان مسلمان ہین۔ ایک اسکول مین ہے اور ایک سید مجتبےٰ علی کالج مین،

مترجمات

کتبخانۂ اسکندریہ

مترجمہ جناب عبدالمجید صاحب صدیقی متعلم جامع عثمانیہ حیدرآباد

مسٹر بٹلر ایک انگریز مصنف نے "عرب فتح مصر" (The Arab Conquest of Egypt) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اسمین کتبخانۂ اسکندریہ کے جلانے کی نسبت مسلمانون کی طرف جو کیجاتی ہے اسکی نہایت سختی سے تردید کی ہے، آج سے دس بارہ برس پہلے الندوہ کے صفحات مین ایڈیٹر معارف کے قلم سے مسٹر بٹلر کے دلائل کی تلخیص شایع ہوئی تھی جسمین ابن ندیم کی کتاب الفہرست کو مسٹر بٹلر کی تایید مین پیش کیا گیا تھا لیکن ابتک مسٹر بٹلر کے خیالات کا بعینہ ترجمہ اردو مین شایع نہین ہوا تھا، خیال مین تھا کہ کسی فرصت کے موقع پر اسکو اردو کا جامہ پہنایا جائے، ہم صدیقی صاحب کے ممنون ہین کہ انھون نے اس ضروری کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیدیا، اسی کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کو بھی مبارکباد دینا چاہتے ہین جو اپنے فرزندون مین علم کی خدمتگذاری کا یہ شوق و ذوق پیدا کر رہی ہے، غالباً یہ جامعہ کی علمی خدمت کی پہلی قسط ہے جو معارف کے ذریعہ سے جمہور کی خدمت مین پہنچ رہی ہے، (معارف)

مدت سے یہ سوال متنازع فیہ ہے اور جسپر بڑی شد و مد سے بحثین ہوئی ہین کہ آیا عربون نے اسکندریہ پر قبضہ کرنے کے بعد کتب خانہ کو جلایا یا نہین، لیکن اسقدر بحث مباحثہ کے بعد بھی یہ

بحث اسی طرح تشنہ ہے، اور علما مین اسکے متعلق اب بھی وہی اختلاف آرا ہے، جو پہلے تھا، چونکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس شہر کی فتح کے متعلق بحث کرین، اسلئے اس مبحث پر بھی غور کرنا ضروری ہے، کتب خانۂ اسکندریہ کے متعلق جو حکایت مشہور ہے اور جو ابو الفرج سے منسوب کیجاتی ہے وہ حسب ذیل ہے:-

کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ مین ایک شخص تھا جس نے مسلمانون مین بڑی شہرت پائی تھی اور جسکا نام جان دی گرامیرین (یحیی النحوی) تھا، یہ اسکندریہ کا باشندہ تھا، اور پہلے بظاہر قبطیون کا مذہبی مقتدا تھا مگر بعد مین بابل (مصر) کے پادریون کی ایک مجلس نے اسپر کفر کا فتوی لگایا اور اسکے عہدہ سے اُسے معزول کردیا، یہ شخص اس زمانہ تک زندہ رہا جبکہ عربون نے اسکندریہ فتح کرلیا، اور حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر سے ملا، چونکہ عمروؓ خود نہایت عجیب دل و دماغ کے آدمی تھے، جان کی ذہانت اور معلومات کے معترف ہوگئے، عمروؓ کی ان مراعات سے جرات پاکر ایک روز جان نے عرض کیا کہ تم نے تمام شہر کی چھان بین کرلی اور ہر قیمتی چیز پر اپنی مہر لگادی، مین کوئی چیز ایسی تم سے طلب نہین کرتا جو تمہارے لئے مفید ہو، مگر جو چیزین تمہارے لئے بیکار

ا؎ (Ed Pocofe صفحہ ۱۱۴ Yeact صفحہ (۱۸۰) رناڈٹ (Renadat) کا خیال ہے کہ یہ حکایت بالکل بے بنیاد ہے، گبن نے اسپر اختصاراً بحث کی اور ماننے سے انکار کردیا، پوکوک صرف ابو الفرج کے عربی اقتباس کا ترجمہ کرتا ہے، رسالہ نائینٹینتھ سنچری Nineteenth Century کے اکتوبر [illegible] کے نمبر مین ایک مضمون ہے جسمین ویسودیوا (Vesudeva) نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، صفحہ ۵۶۰ پر وہ کہتا ہے کہ وہ حکایت اصلی شامی زبان مین نہین ہے بلکہ بعد کی گھڑت ہے تاہم اقتباس تو ابو الفرج ہی کا لکھا ہوا ہے، گھڑت نہین ہے، اس مضمون کی بنیاد تحقیقات پر مبنی نہین ہے بلکہ ایک رائے ہے، اسلئے کوئی قابل وقعت نہین ہے،

ہین وہ ممکن ہے کہ میرے لئے کارآمد ثابت ہون" عمروؓ نے جواب دیا کہ کس چیز کے متعلق تمھارا
یہ خیال ہے، "جان نے کہا کہ وہ علمی کتابین جو شاہی خزانہ مین محفوظ ہین"، اسکا عمروؓ نے یہ جواب
دیا کہ یہ "ایسی بات ہے جسکے متعلق مین بغیر خلیفہ کے حکم کے کچھ نہین کہہ سکتا" حضرت عمروؓ بن العاص نے
ایک خط خلیفہ کی خدمت مین روانہ کیا اور اسکے متعلق حکم طلب کیا جسکا جواب یہ آیا کہ جن
کتابون کے متعلق تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہین تو پھر اُنکی کوئی ضرورت نہین ہے
اور اگر مخالف ہین تو لغو ہین، اسلئے اُنکو تباہ کردو، اس فرمان کے وصول ہونے کے بعد عمروؓ نے
ان کتابون کو اسکندریہ کے حمامون مین تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ پانی گرم کرنے کے لئے بطور
ایندھن کام مین لائی جائین چھ مہینون مین یہ کتابین ختم ہوئین" قصہ کے اخیر مین مصنف صاحب
فرماتے ہین کہ ناظرین اُسکو پڑھکر حیرت کرینگے۔

یہی حکایت ہے جو عربی زبان مین ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے، ابو الفرج نے اپنی
کتاب تیرہوین صدی کے نصف ثانی مین لکھی ہے مگر اس حکایت کے متعلق یہ نہین بتلایا کہ اسکا
ماخذ کیا ہے، لیکن چودہوین صدی کے شروع مین ابو الفدا اور آخر مین مقریزی[۱] نے اس حکایت کو
اپنے یہان نقل کیا ہے، یہ سچ ہے کہ عبداللطیف نے جو بارہوین صدی مین گذرا ہے، ضمناً
کتبخانہ کی آتش زدگی کے متعلق تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمل مین آئی، مگر اسکی کوئی تفصیل
نہین کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس قصہ کو مسلمہ سمجھ لیا تھا، عبداللطیف کے اس

۱؎ عبداللطیف کے مانند یہ مصنف بھی تلمیح کے طور پر اس حکایت کو پیش کرتا ہے، اسکا خیال ہے کہ وہ بات مسلمہ ہے، ابراہیم کا ذکر
کرکے ہوے وہ کہتا ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ ان ستونون پر ارسطو کے پورچ (Porch) کی عمارت تھی
وہ یہان فلسفہ پڑھایا کرتا تھا، یہ ایک درسگاہ تھی، اسمین کتب خانہ تھا، اسکو خلیفہ حضرت عمرؓ کے حکم سے
عمروؓ بن العاص نے جلادیا (قطعات جلد (۱) صفحہ (۱۵۹))

منارہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے زمانہ مین یہ روایت مشہور تھی مگر اسکندریہ کی فتح کے ساڑھے
پانسو سال کے بعد تک اس حکایت کا کوئی تحریری وثیقہ نہین پایا جاتا اور اسکے علاوہ جان آف
نکیو (John of Nikiou) سے ابو صالح تک جتنے مصنف گذرے ہین اُنکی
خاموشی اس قصہ کے راز کو فاش کئے دیتی ہے،

اسمین کوئی شک نہین کہ یہان یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ قصہ بطور روایات کے کئی سو
سال تک سینہ بسینہ رہا ہوگا، اور یہ بات اسکی اچھی طرح تائید کرتی ہے کہ آج کے دن تک یہ
روایت قبطیون مین جاری ہے صرف اسقدر اختلاف ہے کہ وہ چھ مہینہ کے بجائے جلنے کے
ستر دن بتاتے ہین، تاہم یہ کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہین ہے کہ یہ روایت ابو الفرج سے
پرانی ہے، یا یون کہا جائے کہ اگرچہ یہ حکایت عوام مین مشہور تھی لیکن یہ ممکن ہے کہ اسے زمانۂ
وسطی کے مصنفین نے اخذ کیا ہو، اسکو نہ کوئی ثابت کرسکتا ہے اور نہ اس سے انکار ہی کرسکتا ہے
مگر اسمین اسقدر اعتراضات پیدا ہوتے ہین کہ وہ بالکل خلاف واقعہ معلوم ہوتا ہے،

ہمکو چاہئے کہ اس قصہ کو اصلی صورت مین رکھکر اسپر غور کرین، اس سے انکار نہین ہوسکتا
کہ یہ قصہ دلچسپ ہے، اور حضرت خلیفہ عمرؓ کے جواب مین ٹھیک مشرقی رنگ پایا جاتا ہے، یہی
جواب حقیقت مین اس قصہ کا زبردست ترین نکتہ ہے، مگر بدقسمتی سے یہی جواب حضرت عمرؓ کا
ایران کی کتابون[۱] کی تباہی کے ساتھ بھی وابستہ کیا جاتا ہے، جسطرح مسلمان مورخین نے دوسرے

۱؎ پروفیسر برے کا مولفہ گبن کا اڈیشن دیکھو جلد ۵ صفحہ ۴۵۲ جسمین حاجی خلیفہ؛ ابن خلدون کو بطور
سند کے پیش کرتا ہے، مین یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ بت پرست ایرانیون کی کتابون کے ساتھ مسلمانون کے
جذبات وہ نہین ہوسکتے جو عیسائیون کی کتابون کے ساتھ تھے، کم سے کم ابتدائی زمانہ مین مسلمانون کو یہ
بات گوارا نہین تھی کہ خدا کے تحریری نام کو ملیامیٹ کرین،

تصون کو جو کسی اور سے متعلق تھے، محاصرہ اسکندریہ پر چسپان کیا ہے، جیسے عمرو کا قید ہونا اور وہان پر انکی شخصیت کا اظہار اور بروقت جرأت کی وجہ سے موت سے بچ رہنا بیان کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح یہ حکایت بھی کتبخانۂ اسکندریہ کے متعلق اختیار کیگئی ہو، یہ ہوسکتا ہو کہ کوئی غیر متعلق بنیاد ہو جسپر یہ قصہ گھڑ لیا گیا ہو، چنانچہ حضرت عمرؓ کا شوخ اور بدنما جواب اسکی دلیل ہوسکتا ہے، لیکن اس قصہ مین دو اور ایسے اجزا ہین جو تنقید کے سامنے کافور ہوجاتے ہین،

اگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم کرلین کہ کتبخانہ کی تباہی جسطرح بیان کیجاتی ہے درست ہے تو ہمکو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابون کو اسی اونچے مقام مین رکھکر تماشہ خیز آگ پیدا کرنے کے بجائے وہ نوکرون مین رکھکر شہر مین بڑی شفقت سے بھیجی گیئن، اور پھر اس جانفشانی سے بیشمار حمامون مین تقسیم کی گیئن، اور چھ مہینہ تک وہ بجاے ایندھن کے کام مین آئین، یہ تمام لغویات کا ایک سلسلہ ہے اگر واقعی کتابون کو جلا دینا منظور رہتا تو اسی جگہ جلا دیجاتین۔

اگر عمروؓ نے اپنے دوست فلاجونس کو دینے سے انکار کردیا تو اسکی کیا وجہ تھی کہ اس نے نہین جلانے کی خاطر شہر کے حمامون کے منتظمین کے حوالہ کردیا، اگر یہ بھی تسلیم کرلین کہ وہ حمامون مین تقسیم کی گیئن تو اس چھ مہینہ کے عرصہ مین جو ان کتابون کے جلنے کی مدت بیان کی جاتی ہے، جان فلاپونس یا کوئی اور شخص معمولی دام دیکر بہت سی کتابین بچا سکتا تہا، اسکے علاوہ ایک اور اہم اعتراض یہ ہے کہ ساتوین صدی مین مصر مین معتدبہ کتابین بھیڑ کے چمڑے[1] پر لکھی جاتی تہین

[1] ڈاکٹر گرینفیل اور ڈاکٹر ہنٹ اس مشہور راے کے خلاف یہ کہتے ہین کہ گو قبطی لوگ بھیڑ کا چمڑا استعمال کرتے تھے، مگر جس زمانہ تک مصر مین یونانی زبان مین تحریر ہوتی تھی کتاب کی شکلون مین کاغذ کا استعمال ہوتا تہا دیکھو (Oxyrhynchus pagri) جلد ۲ صفحہ ۲-۳۷۲ - ابتک بیسر ایکم کتبخانہ مین بہت سی قدیم کتابین بھیڑ کے چمڑے پر ہونگی۔

بہلا یہ کسطرح ممکن ہے کہ بھیڑ کا چمڑا ایندھن کی طرح جل سکے، ایک خلیفہ تو کیا تمام خلیفون کے اکٹھے احکام بھی اسکو اسطرح نہین جلا سکتے، اسلئے سوال یہ ہے کہ ان قلمی کتابون کا آخر کیا حشر ہوا، اور ان چمڑے پر لکھی ہوئی کتابون کو منہا کرنے کے بعد کسطرح ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہین کہ باقی کتابین اسکندریہ کے ۴۰۰۰[1] حمامون کو ۱۸۰ دن کے لئے گرم رکھہ سکتی ہین، اسلئے یہ قصہ مضحکہ خیز ہے مصنف کے قول کے مطابق بیشک ناظرین اسکو پڑہین گے اور حیرت کرینگے۔

لیکن یہ اعتراض ہونا ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بے بنیاد ہونے مین ان جزئیات پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور یہ کہ تفصیلات کو بیکار ثابت کرنے کے بعد بھی آتش زدگی کے اصلی واقعہ کو کالعدم نہین کیا جا سکتا، اسلئے صرف اندرونی تنقید پر اکتفا کرنا فضول ہے اور ہمکو چاہیئے کہ آگے بڑھکر بیرونی دلائل کی ٹوہ لگائین کہ کہانتک وہ اس واقعہ کی تائید یا مخالفت کرتے ہین، اس حکایت مین دو باتین نہایت اہم ہین یعنی اسکندریہ کی فتح کے وقت کتبخانہ اور جان فلاپونس (یحیی نحوی) موجود تھے یا نہین، جان (یحیی) کے متعلق تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ وہ سنہ ۶۴۲ء مین زندہ نہین تہا، اس امر کی تصدیق کے لئے تمام ثبوت کا یہان بیان کرنا ضروری معلوم نہین ہوتا، جان کی تصانیف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یا تو اس نے جسٹینین کی تخت نشینی یعنی سنہ ۵۲۷ء سے پہلے یا اگر نہین تو سنہ ۵۴۰ء مین اپنی کتابین لکھی ہین[2]، اور اگرچہ یہ

[1] مین نے پہلی ہی صفحہ ۴۳۴ پر بتلایا ہے کہ یہ تعداد جسکو مسلمان مورخین نے لکھا ہے مبالغہ آمیز ہے تعداد بہت کم ہوگی، ابو الفرج کا بیان ہے کہ معمولی علم حساب کی آزمائش کے مقابلہ مین بھی نہین ٹہر سکتا،

[2] اس سلسلہ مین مین نے پہلے ناک کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن واقعات Dict Christ Biog مین وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہین، اس سے اس بات کا ثبوت گو قطعی نہین مگر ایک حد تک ملتا ہے کہ جان چھٹی صدی مین تہا، اگرچہ اسکے خلاف بہت سواد ہے چنانچہ فرنیئیس کا (بقیہ بر صفحہ آیندہ)

ممکن ہے کہ وہ ساتوین صدی کے اوائل تک زندہ رہا ہو، لیکن اگر وہ سنہ ۶۴۲ع مین زندہ تہا، تو اسوقت اسکی عمر ۱۲۰ سال سے کم نہین ہوسکتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرو کے اسکندریہ داخل ہونے کے ۳۰ یا ۴۰ سال پہلے ہی جان کا انتقال ہوگیا تہا،

خود کتبخانہ اسوقت موجود تہا یا نہین، ایک ایسا سوال ہے جو بجاے خود بہت دلچسپ ہے اور اسکا حل کرنا اشکال سے خالی نہین جیسا کہ اچھی طرح محقق ہے، مشہور ترین اور قدیم ترین کتبخانہ شہر اسکندریہ کے حصہ بروکئان مین واقع تہا، اگر بطلیموس سوٹر ہی وہ شخص ہے جسکے دل مین دنیا کی ادبیات کے وسیع مجموعہ کو جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے واقعی کسی کتبخانہ کی بنیاد رکہی ہے تو اسکی باقاعدہ تکمیل اور تنظیم اسکے جانشین فلادلفس کے ہاتہہ سے ہوئی، جس

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اقتباس گبن نے نقل کیا ہے، جو سنہ ۱۸ع کا ہے اور اسکے علاوہ وہ بیان نائیس فورس (Nice phorus) کی طرف منسوب ہے، جس سے وہ جان جارج آف پیسڈا (Pisida) کا معاصر بتایا جاتا ہے جو ہرا قل کے زمانہ مین تہا، یہ نیس فورس صاحب کیالسٹس Callistus ہین جنکی تصنیف چودہوین صدی کی ہے اور یہ کوئی مستند شخص نہین ہین، مگر مین کہونگا کہ اسکا غلط اقتباس دیا جاتا ہے، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظریہ کے خلاف کہ جان فلا پونس سنہ ۶۴۲ع مین زندہ تہا وہ اپنی شہادت پیش کرتا ہے کیونکہ جان کو ڈیاکورس گبس اور انطاکیہ کے سیورس سے ملاقات تہی، جس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے اسکی سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ جان جارج آف پیسڈا کا معاصر نہین تہا، جب مین نے پڑہا تو معلوم ہوا کہ لیتس مونکس کا معاصر ہے اور یہ شخص ساتوین صدی کی ابتدا مین مرگیا، اسکندریہ کے استغفون کی اس نے جو فہرست دی ہے، وہ یولوجیس سنہ ۶۰۷ع پر ختم ہوتی ہے، لیٹس مونکس کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے اپنی تصنیف لکھی ہے اسوقت جان مرچکا تہا۔

مکان مین یہ کتابین تہین وہان عالیشان عمارات کے مجموعہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے، جسکو موزیم یعنی نمائش گاہ کہتے تہے[1]، اسٹریبو کا بیان ہے کہ نمائش گاہ شاہی محل سے متصل تہی اور یہ اسقدر وسیع تہی کہ تمام شہر کے رقبہ کا ایک چوتہائی حصہ اسمین آگیا تہا، اسمین ایک مرکزی ہال اور اسکے گرد ایک غلام گردش اور کمرے تہے، یہان طبی مدرسہ اور علم الابدان، جراحی، ریاضیات، علم ہیئت، قانون اور فلسفہ وغیرہ کے مدارس کی عمارتون مین بہی راستہ جاتا تہا، اسکے ساتہہ ایک باغ بہی ملحق تہا، جسمین نباتی تجربات کے لئے ایک باغچہ اور ایک رصد گاہ تہی[2] اور وہ تمام چیزین بہی تہین جو ایک یونیورسٹی کے لئے ضروری ہین، نمائش گاہ کی ساخت کی نوعیت اور کتبخانہ کا ٹہیک محل وقوع بتانا مشکل ہے، سچ تو یہ ہے کہ ابتک نمائش گاہ کے موقع و محل کے متعلق بہی کوئی اتفاق آرا نہین ہے، اسٹریبو کتبخانہ کے متعلق بالکل خاموش ہے، حالانکہ اسکی شہادت اس امر کے متعلق کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ سنہ ۴۸ ق م مین اسٹریبو کے آنے سے چند سال پہلے یہ کتب خانہ آگ کی نذر ہوگیا بیش بہا ثابت ہوئی، اسوقت مصریون نے اکلاس کے زیر کمان حصہ بروکئان مین قیصر کو محصور کر دیا تہا اگر اس نے جہاز پر چڑہکر چلتے ہوئے بندرگاہ کو آگ لگادی کہا جاتا ہے کہ اس آگ نے پہیل کر کتبخانہ کو برباد کر دیا تہا، اگر فی الواقع قیصر نے یہ حالات قلم بند[3]

[1] پروفیسر مہافی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے گو اسکا قصہ کچھ ہی کیون نہو،

[2] W. Neurison Boy نورین بے کا دلچسپ رسالہ موسومہ La Bibliotheque des Ptolemies دیکھو جو خاص بات اس کتاب کے متعلق ہے وہ صفحہ ۸ پر ہے، انکے علاوہ اور بہی ایسے مقامات ہین جن سے مجھے بہت فائدہ پہنچا،

[3] اگر حال کے مبصرین کے خیال کے مطابق قیصر نے کتاب (De Bello Alexandrino) حالات جنگ سکندریہ پر لکھی ہے تو یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ کیون قیصر نے اس واقعہ کے متعلق خاموشی اختیار کی،

کئے ہین تو ضرور ی تہا کہ اسمین اس واقعہ کے متعلق بھی اشارہ کرتا، مگر اس مین کوئی اشارہ نہین پایا جاتا، برخلاف اسکے اسکندریہ کی کیفیت بیان کرتا ہو کہ یہ شہر آگ سے بالکل محفوظ ہے کیونکہ یہان کے معمار لکڑی کا استعمال نہین کرتے بلکہ عمارتون کو گنبد نما تہ خانون پر قائم کرتے ہین، اور پتھر یا کنکریٹ[1] سے بناتے ہین، اگر مصنف کا یہ منشا ر ہو کہ کتب خانہ کی آتش زدگی کا واقعہ جو جناب ہی کا کارنامہ ہے اور جناب ہی کا چشم دیدہ ہے پردۂ اخفا مین رہے تو شہر کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے وہ بالکل فریب دہ اور غلط ہے قیصر کو الزام سے متہم اور بری کرنا دونون مشکل ہے پلوٹارک کو اس واقعہ کے متعلق کوئی شبہ نہین معلوم ہوتا وہ کہتا ہے کہ "جب قیصر کا بیڑا دشمن کے پنجہ مین گرفتار ہونے کو تہا تو اس نے مجبوراً اسکو آگ لگادی تاکہ اس خطرہ سے جانبر ہو سکے، یہ آگ بندرگاہ سے آگے پہیلی اور کتب خانہ کو جلا کر خاک کردیا"[2] سینکا کو اس واقعہ کا یقین کامل ہے "وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ مین چار لاکھ کتابین

[1] (De Bello Civile) جب مصریون نے بحری شکست کھائی تو بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد انھون نے پرانے جہازون کی مرمت کی اور ان جہازون سے دریائے نیل کو محفوظ کیا، ان جہازون کے چلانے کے لئے چھتون کی ضرورت تہی، اس غرض کے لئے مصریون نے لوگون کے مکانات کی چھتین نکال لین اس بیان کی دورنگی غور طلب ہے، جان آف نیکو کہتا ہے کہ ڈماکلن نے شہر کو جلایا کتاب (ہورنٹ (Hyvernat Artes des martyis) سے ظاہر ہے کہ قسطنطین نے انطاکیہ کے شہید مارکس کے بہائی کو ایک فوج کے ساتھ اسکندریہ بھیجا، اسنے اسکندریہ کے تمام مندرون کو جلایا برباد کیا اور انپر قبضہ کرلیا، ان تمام مثالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر کا بیان غلط ہے یا مبالغہ آمیز ہے۔

[2] پلوٹارک سیزر (۴۹) (Plutarch Caesar)

جل گئین[1]، ڈیو کیاشس کے الفاظ تو بہت تعجب خیز ہین کہتا ہے کہ آتش زدگی بہت دور تک پہیل گئی بندر اور اسکے آس پاس کے مقامات کے علاوہ اناج کے گودام اور کتابونکے گودام[2] (ذخائر) تباہ ہوگئے" کہتے ہین کہ یہ کتابین تعداد مین بہت زیادہ اور معلومات کی حیثیت سے بہت گرانقدر تہین، لیکن جو روایت کہ چوتھی صدی مین زبان زد تہی اسکے متعلق کوئی شبہ نہین ہوسکتا، امیانس مرسیلنس کا بیان[3] یہ ہے "وہ کہتا ہو کہ اسکندریہ کا بیش بہا

[1] پروفیسر مہافی سینکا کا بیان نقل کرتے ہین جو اس نے لیوی کے خلاف طنزاً لکھا ہے پروفیسر موصوف اسکی رائے کے ماننے پر مائل معلوم ہوتے ہین کہ یہ کتابین بجائے اسکے کہ ترقی معلومات مین مددین کرتی زیب و زینت سمجھی جاتی ہین اور اسلئے انکی قدر کیجاتی تہی، کتاب (Empire of Ptolemies) صفحہ ۹۹

[2] گودام کا لفظ اناج و غلہ کے ساتھ تو سمجھ مین آسکتا ہے مگر کتابونکے ساتھ تو بے معنی ہوگا، تاہم یہ بات کسی کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ گرانبہا کتابونکا ایک وسیع مجموعہ برآمد کے لئے کوٹھے مین رکھا گیا ہو، یا بندرگاہ کے معمولی تجارتی مال مین کتابونکا کوٹھا بھی شریک ہو، یونانی مین گو فرق نہین ہو مگر انگریزی مین کتابونکی کوٹھی اور کتبخانہ مین بہت فرق ہے۔

[3] آلس جلینس بھی کتابونکی وہی تعداد بتاتا ہو لیکن تخمینونمین بہت اختلاف پڑجاتا ہو، ابی فانس جسکی تصنیف بھی چوتھی صدی کی ہو (۵۴۸۰۰) کی تعداد بتلاتا ہو دیکھو (Alexandrinschermuseum) واقعہ یہ ہے کہ وہان ایک کتب خانہ نہین تہا بلکہ متعدد کتب خانہ تھے، امیانس ان گنت کتابین کہتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخمینون مین کوئی یکسانی نہین ہے"

سیوس ٹی ال- زِ ٹ ز کیل ماکس مین بیرونی کتب خانہ مین (۴۲۸۰۰) کتابین بتاتا ہے جو غلطی سے سیرابیم کتب خانہ سمجھا ہوگا۔

برخلاف اسکے شاہی کتبخانہ مین ۴ لاکھ کتابین بتاتا ہو، اس کے علاوہ (۹۰۰۰۰) سادی جلدین بتاتا ہے، سیوس ٹی ل کا عام انتظامات کے متعلق جو بیان ہے وہ دلچسپ ہو صفحہ (۳۳۶)

کتب خانہ جسکے متعلق قدیم مورخین کا اتفاق ہو کہ اس مین سات لاکھ کتابین تہین اور جو بطلیموسی خاندان کی مسلسل کوششون سے جمع ہوئی تہین جنگ اسکندریہ مین اوسوقت آگ کے نذر ہو گیا جسوقت قیصر نے شہر کو تباہ کر دیا" اردسیس کو اس بیان مین سر مو اختلاف نہین ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "جنگ کے دوران مین جو شاہی بیڑا کنارہ پر چڑھ آیا تھا اسکو آگ لگانے کا حکم دیا گیا، اس آگ نے شہر کے ایک حصہ کو گھیر لیا اور چار لاکھ کتابین جلا دین جو بدقسمتی سے ایسے مکان مین جمع تہین جو اس آگ کے قریب تھا، ہمارے اسلاف جنہون نے علم و فضل کی تصانیف کا شاندار ذخیرہ[1] جمع کیا تہا، انکے علمی جد و جہد کا عظیم الشان کارنامہ اس بری طرح مٹی مین مل گیا" بہ حیثیت مجموعی یہ مناسب اور موجہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بات پر یقین کر لین کہ کتب خانہ قیصر کی آتش زدگی مین فنا ہوا اور اسکے علاوہ کوئی اور صورت نہین ہے، لیکن قیصر کی اس مہم کے سات یا آٹھ سال کے بعد مارک انٹنی نے شاہ گمس کا کتب خانہ اسکندریہ[2]

[1] (VII 15-31 تاریخ) ایسا معلوم ہوتا ہو اردسیس کی تحریر لیوی یا سینیکا کے اقتباس پر مبنی ہے، کیونکہ اسکے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین بھی وہی عجیب نظریہ تسلیم کیا گیا ہے، جسکو دوسرے مبصرین تسلیم کرتے ہین کہ کتابین ساحل کے قریب ایک کوٹھے مین تہین، اس انتظام کا ناممکن ہونا خود اس نظریہ کو توڑنے کیلئے کافی ہی، اسکے الفاظ سے یہ بھی پتہ نہین چلتا کہ آیا اسطرح کوئی عارضی انتظام کیا گیا تہا، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اردسیس اور کیتشیس دونون ایک ہی خیال کی پیروی کرتے ہین۔

[2] پلوٹارک اپنی اینٹنی کی سوانح عمری مین لکھتا ہی کہ انٹنی نے کلوپٹرا کو پرگمس کے کتب خانے دیدیے جنمین ۲ لاکھ کتابین تہین۔

مین بھیجدیا، اب بھی یہ سوال مورخین کیلئے غور طلب ہو کہ آیا وہ نمائش گاہ ہنوز اس قابل تھی کہ یہ مجموعہ اسمین سما سکے، یا ان کتابون کے لئے ایک علیحدہ بنیاد قائم کی گئی جسکا نام سیرا ایپم کتب خانہ[1] ہوا، میرے خیال مین یہ دونون پہلو بے بنیاد ہین ہم پہلے دیکھ چکے ہین کہ کلوپٹرا نے جولیس سیزر کے اعزاز مین اسکندریہ کے بڑے مندر کی بنیاد رکھی تھی، اور آگسٹس نے اسکو اختتام کو پہنچایا تہا، اور یہان کے کتب خانے اس عمارت کے عظیم الشان اسباب آرائش مین شمار ہوتے تھے، اسلئے یہ فرض کرنا قرین قیاس ہے کہ جب کتب خانہ نمائش گاہ تباہ ہو گیا تو پرگمیس کی کتابون کا ایک حصہ اس مندر مین رکہا گیا اور باقی کتابین سیرا ایپم بھیجی گئین، اسکے قطع نظر دو باتین بہر حال پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہین، ایک تو یہ کہ نمائش گاہ کی چند عمارتین کیرکلا کے عہد تک استعمال مین تہین، یہ کیرکلا وہ ہے، جس نے شہر کو خون سے رنگ دیا تہیٹرون کو بند کر دیا اور سنہ ۲۱۶ء مین نمائش گاہ کے ایوان کو مسدود کر دیا، دوسرے یہ کہ انہین دنون مین سنہ عیسوی کے شروع مین ہی چونکہ نمائش گاہ کا کتب خانہ فنا ہو گیا تہا اس لئے سیرا ایپم کی شہر پناہ پر دوسرے بڑے کتب خانون کی بنیاد رکھی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ اورلین نے نمائش گاہ کی عمارتین سنہ ۲۷۳ء زمین کے برابر کر دی تہین[2]، یہ

[1] سیوس بی ل کا خیال ہے کہ پرگمیس کی کتابون کا مجموعہ غالباً انہین پولیاس کے مندر مین رکہا گیا، مگر یہ نہین معلوم کہ یہ مندر کہان ہے۔

[2] دیکھو سپرا صفحہ (۲۰۳) (Supra) مصنفہ فلو جوڈیاس (Philo Judaeus

[3] اسی بیس برکتان کی بربادی کلاڈین کیطرف منسوب کرتا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو کتاب (Ammeahus Eunchus) کی جلد دوم صفحہ (۲۱۵) دیکھو۔

اسوقت ہوا جبکہ اُسنے اسکندریہ کے باشندونکو اس جرم مین کہ وہ فرنس کی بغاوت کے مرتکب ہوئے تھے سزا دینے کی غرض سے حصہ برکتان کو برباد کر دیا، نمائش گاہ کے ارا کین یا تو سمندر کے پار بھاگ گئے یا انھون نے سیرا پیم مین پناہ لی، سیرا پیم کے کتب خانہ کو چھوٹا کتب خانہ کہتے تھے، مگر یہ ناممکن ہے کہ ہم ایسی ٹھیک تاریخ بتا سکین، جسمین بڑے کتب خانہ کا خاتمہ ہُوا، یا چھوٹے کتب خانہ کی ابتدا ہوئی، اگرچہ یہ معلوم ہے کہ موخر الذکر کتب خانہ کی بنیاد بطلیموس فلاڈلفس نے رکھی ہی، اس سوال سے ہمکو کوئی تعلق بھی نہین ہے ہمکو یہ معلوم ہے کہ قدیم کتب خانہ چوتھی صدی مین فنا ہوگیا اور اسکے بعد یہ چھوٹا کتب خانہ قائم ہوا، یہان سیرا پیم مین پھر علوم قدیم کی روایات محفوظ کی گئین، ایک یونیورسٹی مع بیشمار کتابونکے قائم کی گئی جسطرح نمائش گاہ مین ابتدا ہی سے اسکندریہ کی درس وتدریس کے ساتھ ارسطو کا نام والبستہ رہا تھا اسیطرح سیرا پیم مین جاری رہا،[2] بہ الفاظ دیگر فلسفہ اور حکمیات کی تعلیم وتعلم کے مشاغل جنکی وجہ سے اسکندریہ دنیا کی ذہنی تربیت کا مرکز تھا اب بھی جاری تھے صرف اسقدر تغیر ہوا تھا کہ ان علوم کا مرکز نمائش گاہ سے سیرا پیم منتقل ہوگیا تھا۔

(باقی)

[1] کلاڈیم ایک قسم کا تاریخ کا اسکول تھا اسکو کلاڈیس نے قائم کیا تھا نمائش گاہ سے متصل تھا مگر یہ کچھ کامیاب نہین رہا، ڈاکٹر بوتی چھوٹے کتب خانہ کی بنیاد ڈراجی ہیڈرین سے بتاتے ہین، پروفیسر تھانی کی ایمپیر آف ٹولیمس دیکھو صفحہ (۱۶۷)

[2] اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مورخین سیرا پیم کی عمارت کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ سمجھتے ہین مگر کا خیال غلط ہے کہ یہ وابستگی پہلے پہل بنجامن آف ٹوڈیلو مین مندرج کیگئی، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ قبطیون اور عربون دونو نکی روایات کا مرکز ہی مسٹر کرم کے رسالہ مین جو اسکندریہ کی تعلیم کا و ارسطو کے اسکول کا تذکرہ ہے وہ صفحہ (۱۲) پر ہے یہ بہت ممکن ہے کہ لفظ اسکول جو شعبہ علم کے مفہوم مین رائج ہوگا درسگاہ کے مفہوم مین بدل دیا گیا ہو ارسطو کے سسیٹم کا مطالعہ جو رنہ اتنا مشہور تھا اسی سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ ارسطو خود نمائش گاہ اور سیرا پیم مین درس دیتا تھا۔

تلخیص وتبصرہ

جامعۂ مصریہ

اسلامی ملکون مین ہندوستان سب سے پہلا ملک ہے، جسنے ایک قومی یونیورسٹی کا پہلے خواب دیکھا، مگر مصر پہلا ملک ہے جسنے اس خواب کی تعبیر کو حقیقت کے لباس مین دیکھا، مصر کی قومی یونیورسٹی کا نام جامعۂ مصریہ ہے، یہ خالص قومی یونیورسٹی ہے، اپنے معاملات مین حکومت وقت سے اوسکو کوئی تعلق نہین، یہ یونیورسٹی آج سے پندرہ سولہ برس پہلے قاہرہ مین قائم ہوئی، تعلیم کی زبان عربی ہے، انتہا یہ ہے کہ جو یورپین علما اسمین مختلف علوم پر لکچر دیتے ہین، وہ بھی عربی مین دیتے ہین، البتہ یورپین علم ادب کی تعلیم اوسی زبان مین ہوتی ہے، مثلاً انگریزی اور فرنچ ادبیات پر جو لکچر یونیورسٹی مین دیے گئے ہین وہ انگریزی اور فرنچ مین ہین،

اساتذہ اور پروفیسر جو علمی و ادبی لکچر اس جامعہ مین دیتے ہین وہ عموماً علٰحدہ کتابون کی صورت مین شائع ہو جاتے ہین، اسوقت تک اس سلسلہ مین خضری بک کی تاریخ اسلام، ذکی پاشا کی تاریخ تمدن اسلامی، کمال بک کا قدیم مصری تمدن، موسیو گویدی کا عربون کا جغرافیہ و تاریخ خفنی بک کا عربون کا فلسفۂ اخلاق سلطان بک کی تاریخ زبان عربی وغیرہ متعدد لکچر کتابون کی صورت مین شائع ہو چکے ہین،

ابھی حال مین جامعہ کی رُوداد بابت سنہ ۱۹۲۱ء شائع ہوئی ہے، اس سے ذیل کے

معلومات بہم پہنچتے ہین،

ارکان جامعہ جامعہ کے اعلیٰ ارکان انتظامی ہین ملک کے سربرآوردہ اصحاب داخل ہین، جن مین سے بعض وزارت کے عہدون تک پہنچ چکے ہین، بالفعل اس فہرست مین حسب ذیل نام ہین،

حسین رشدی پاشا	رئیس (چانسلر)
عبدالخالق پاشا ثروت	وکیل (وائس چانسلر)
سعد زغلول پاشا	نگران عام
اسماعیل مدنی پاشا	
اسماعیل حسنین پاشا	
حسن سعید پاشا	نگران حسابات
مرقس بک حنا (قبطی)	خزانچی
علی بک بہجت	ناظم
موسیو واکر	ارکان
عبدالعزیز بک فہمی	
محمود پاشا فہمی	
محمد پاشا محمود	
محمد بک حلمی عیسیٰ	

طلبہ گذشتہ سال طلبہ کی تعداد ۱۶۱ تھی، جن مین سے (۲۱) نے تحصیل ادبیات (لٹریچر) اور (۲۷) نے قوانین فوجداری اور (۴۴) نے رات کے درس قانون اور (۶۹) نے دن کے درس

قانون مین شرکت کی، وہ لوگ جو غیر مشروط طریقہ پر دوران سال مین جامعہ کے درس مین شریک ہوئے اونکی تعداد (۹۲) تھی، اور یہ سب ادبیات کے درجون مین داخل تھے،

اصناف علوم جامعہ مین بالفعل تین اصناف کے علوم سکھائے جاتے ہین، ادبیات، قوانین فوجداری اور قوانین دیوانی، ادبیات مین حسب ذیل شعبے ہین،

ادبیات زبان عربی، قدیم ایشیا کی تاریخ، اقوام اسلامیہ کی تاریخ، فلسفۂ عام اور تاریخ فلسفہ، عربی فلسفہ اور علم الاخلاق، علم جغرافیہ اور علم الاقوام، انگریزی ادبیات، فرنچ ادبیات، سامی ادبیات والسنہ کا باہمی مقابلہ،

قوانین فوجداری کے حسب ذیل شعبے ہین، قانون سزا، تحقیق جرائم، جرائم کی عملی تحقیق، علم اجتماع مجرمانہ، طب قانونی، علم امراض نفس،

قوانین دیوانی کے شعبون کی تفصیل، روداد مین مندرج نہین، نئے سال سے جامعہ اقتصادیات (اکانمی) کے تینون شعبے سیاسی۔ مالی اور تجارتی قائم کرنا چاہتا ہے،

طلبہ کو یورپ بھیجنا اس کے علاوہ جامعہ مستعد اور لائق طلبہ کو ہمیشہ یورپ کی درسگاہون مین بھی تکمیل تعلیم کی غرض سے بھیجتا رہتا ہے، کیونکہ ابھی تک علوم عالیہ کی تعلیم کا سامان اس جامعہ مین مکمل نہین ہوسکا ہے، مصری طلبہ زیادہ تر اٹلی کی درسگاہون مین جاتے ہین جو یورپ کے ملکون مین مصر سے سب سے زیادہ قریب ہے اور جہان اخراجات بھی نسبتہً کم ہین، اسکے بعد اونکا دوسرا مرکز، فرانس اور جرمنی ہے، اوکسفرڈ اور کیمبرج مین بھی مصر کے طالب العلم جاتے ہین مگر بہت کم، اڈنبرا کی طبی تعلیم گاہ مین البتہ بیس، بائیس طالب العلم ہین،

سلسلۂ خطبات علمیہ ملک مین اشاعت تعلیم کا تیسرا طریقہ جامعہ نے یہ اختیار کیا ہے، کہ وہ مختلف اوقات مین عام اشخاص کے اضافۂ معلومات کے لیے ماہر اور کامل الفن اساتذہ سے

مختلف علوم پر لکچر دیوا تا ہے، ان لکچرون کے لیے اہل ذوق اصحاب الگ چندہ دیتے ہین،

جامعہ کی مالیہ جامعہ کے مالی سال سنہ ۱۹۲۱ء و ۱۹۲۲ء سے معلوم ہوتا ہے، کہ سال گذشتہ مین اوسکی کل آمدنی (۴۴۴۴) پونڈ یعنی (۲۱۶۶۶۰) روپیہ ہوئی، اور کل خرچ (۴۴۹۰) پونڈ یعنی (۱۴۷۶۶۰) روپیہ ہوا، اور باقی (۵۶۰۰) پونڈ مستقل مد مین جمع رہا،

آمدنی کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۲۰۰۰) پونڈ	اعانت از سررشتۂ تعلیمات
(۱۸۰۰) پونڈ	اعانت از صیغۂ اوقاف
(۸۳۹۹) پونڈ	آمدنی از جائداد جامعہ

بقیہ رقم چندون سے اور فیس سے پوری ہوتی ہے،

کتبخانہ جامعہ کے پاس ایک اپنا کتب خانہ بھی ہے، جسمین کتابون کی تعداد سنہ ۱۹۲۱ء مین تقریباً بارہ ہزار تھی، یہ تمام کتابین عربی اور یورپین زبانون مین ہین، اور یہ تمامتر لوگون نے ہدیۃً جامعہ کو نذر کی ہین، بہت سی کتابین یورپ کی مختلف انجمنون نے تحفۃً بھیجی ہین، کتبخانہ کے ناظر عبدالعزیز فہمی بے نے کتبخانہ کو جدید ترین طریقہ پر مرتب کیا ہے شفیق بے منصور اور یحیی پاشا منصور یکن نے بھی اپنے اپنے کتب خانے جامعہ مین منتقل کر دیے ہین، کتابونکی تفصیل حسب ذیل ہے،

جلدون کی تعداد	طریقۂ حصول
۸۶۶۰	یورپین زبانون کی کتابین جو جامعہ کو ہدیۃً ملین
۱۲۷۰	عربی کتابین ہدیۃً ملین
۱۵۰۰	شفیق بے منصور کا یورپین زبانون کا کتبخانہ
۲۵۰	شفیق کی عربی کتابین
۲۵۰	یحیی پاشا منصور کی کتابین
۱۱۹۳۰	

بخارا کا نظام حکومت

آج کل ملکون کی تاریخ اسقدر جلد جلد بدل رہی ہے کہ لکھنے والے کے قلم کی سیاہی خشک نہین ہوتی ہے کہ اوسکو اوس ملک کی تاریخ کا نیا باب لکھنا پڑتا ہے، ابھی کل تک بخارا روس کا ایک باجگذار صوبہ تھا، انقلاب روس کے بعد وہ ایک مستقل ریاست بن گیا جسپر ایک خود مختار امیر حکمران تھا، اس انقلاب پر کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ جدید بخاری تعلیم یافتہ جماعت نے اس قدیم طرز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، بخارا مین جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو "جدیدی" کہتے ہین- جدیدیون نے بالشویک روس سے امداد طلب کی اور اونکی مدد سے، ایک جمہوری نظام حکومت ملک مین قائم کیا، اس جمہوری انقلاب کے اعوان و ارکان زیادہ تر نوجوان طلبہ تھے اور انکا سر عسکر فیض اللہ خواجہ ایک سوداگر زادہ تھا،

اب آج کے اخبارات مین آپ پڑھینگے کہ بخارا کے ترکمانون نے انور پاشا کے زیر قیادت بالشویکون سے کامیاب جنگ کی، اور ملک کو بالکل خارجی اطاعت سے بھی بے نیاز کر دیا، عثمان خواجہ بخارا چھوڑ کر باہر چلا گیا ہے،

بخارا مشرق وسطی کا سب سے اہم نقطہ ہے، قدیم اور جدید دونون تاریخون مین اوسکو ایشیائے وسطی کے دل و دماغ ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اسکا رقبۂ حکومت مختلف زمانون مین مختلف رہا ہے اسوقت یہ ملک جسقدر رقبہ پر محیط ہے، وہ (۲۰۵۰۰۰) کیلو میٹر مربع ہے، اور وہان کے باشندون کی تعداد بیس لاکھ کے قریب ہے، جنمین ترکمان، تاجیک، ترک، قرغیز، افغان، تاتار، اور ایرانی مختلف قومون کے افراد داخل ہین، یہ تمامتر مسلمان ہین کچھ

یہودی بھی وہان آباد ہین، پایۂ تخت بخارا کی آبادی ایک لاکھ ہے۔

یہان کا موسم گرمی مین نہایت گرم اور سردی مین نہایت سرد ہوتا ہے، ملک مین سرسبز وشاداب قطعات بکثرت ہین، پیداوار مین گیہون، جوار، روئی، تنباکو اور مختلف قسم کے میوے یہان ہوتے ہین، جانورون مین اونٹ، گائے بیل اور گھوڑے یہان پائے جاتے ہین، اپنے جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے اسکی تجارتی اہمیت مسلم ہے، یہ ایشیا کے قلب مین چین، افغانستان، ایران اور روس کے بیچ مین تجارتی کاروانون اور قافلون کا رہگذر ہے، ملک مین ۵۰۰ کیلومیٹر تک ریلوے لائن بھی ہوئی ہے، جسکے ذریعہ سے یورپ بحر قزوین (کیسپین سی) اور قرنمانہ سے ملجاتا ہے، یہان کی خام تجارتی پیداوار کا بڑا حصہ روئی اور ریشم ہے،

تیموری فتح کے بعد ۱۵۹۹ء مین ازبگی قبیلہ نے اسپر حملہ کیا اور اسکو فتح کرکے یہان ایک خودمختار امارت قائم کی، ۱۸۶۶ء مین روس نے اسپر پہلا حملہ کیا، اور سمرقند اور زرافشان کے دو صوبے اوس سے چھین لیے، ۱۸۷۳ء مین یہ پوری ریاست روسی شہنشاہی مین داخل ہوگئی، اور اوسوقت سے لیکر گذشتہ روسی بالشویک انقلاب تک وہ روس کی ایک باجگذار ریاست تھی جسپر ایک امیر برائے نام نسلاً بعد نسل حکومت کرتا تھا، لیکن اصل حکومت روسی ریزیڈنٹ مقیم بخارا کے ہاتھ مین تھی،

۱۹۱۷ء کے روسی بالشویک انقلاب مین جسطرح روس کے دیگر مقبوضات آزاد ہوگئے ترکستان کی یہ ریاست بھی آزاد ہوگئی، اور پہلا امیر بخارا کی حکومت قائم ہوئی اور جیسا کہ لکھا جاچکا ہے، اوسکے بعد ایک جمہوری حکومت کی صورت مین وہ منتقل ہوئی، جدید تعلیم یافتہ بخاریون کی سیاسی جمعیت اصل مین اب حکمران ہے، اس کے ارکان کا اہل ملک انتخاب کرتے ہین، اس جمعیت کے ماتحت دو مجلسین ہین ایک کا نام "مجلس مرکزی تنفیذی" اور دوسری کا

نام "مجلس قومی" ہے، مجلس قومی کے ارکان جب منتخب ہوجاتے ہین تو وہ مجلس مرکزی کے ارکین کا انتخاب کرتے ہین، مجلس مرکزی کے کل ممبرون کی تعداد (۵۸) ہوتی ہے، مجلس مرکزی سات ممبرونکی ایک اور مجلس منتخب کرتی ہے، جسکا نام "مجلس ریاست جمہوریہ" رکھنا زیادہ موزون ہے، یہ ساتون ممبر ملکر آپس مین ایک کو رئیس (پریسیڈنٹ) مقرر کرلیتے ہین، یہ رئیس اوسوقت تک اپنے عہدہ سے معزول نہین ہوسکتا جب تک مجلس مرکزی شکست نہوجائے، رئیس کی مدد کے لیے دو نائب، دو مشیر، دو سکریٹری منتخب ہوتے ہین، تمام معاملات کی زمام اصل مین اسی مجلس کے ہاتھ مین ہے، صیغون کی نگرانی، اور معاملات کا انتظام سب یہی انجام دیتی ہے،

مجلس مرکزی کے ماتحت دس وزارتین قائم ہین،

وزارت عظمےٰ، امور خارجیہ، امور داخلیہ، وزارت عدل، وزارت علوم وفنون، وزارت مال، وزارت زراعت، وزارت جنگ، وزارت حفظان صحت، وزارت نگرانی عام، یہ آخری عہدہ بالکل نیا ہے، اسکا مقصد تمام صیغون کی عملی نگرانی ہے، موجودہ رئیس کا نام عثمان خواجہ ہے، جو بخارا کے مشہور علمار مین سے ہین،

اخبار علمیہ

لارڈ نارتھ کلف، مشہور مالک اخبارات نے اپنے اخباری عملہ کے سامنے حال مین بیان کیا کہ "مین نے دوران سیاحت مین امریکہ، چین، جاپان، کناڈا، نیوزیلینڈ، آسٹریلیا، اور ہندوستان کے مشہور اخبارات کے دفاتر کا معائنہ کیا، میرے علم مین تمام دنیا مین سب سے زیادہ قابل اعتماد اخبارات انگلستان اور اسکی نوآبادیون کے ہین، البتہ اخبار بینی کے شوق مین امریکہ اور کناڈا والون کا نمبر انگلستان والون سے بڑھا ہوا ہے، وہان اوسطاً ہر شخص بمقابلہ انگلستان کے کئی کئی اخبارات زائد دیکھتا ہے،

شوق اخبار بینی کے لحاظ سے سب سے بڑھا ہوا نمبر نیوزیلینڈ کا ہے، جس کی کل آبادی اتنی بھی نہین، جتنی شہر و مضافات مانچسٹر کی ہے، باانیہمہ یہان اِسوقت ۶۲ روزنامہ شائع ہورہے ہین جن مین بعض بہترین اقسام کے ہین۔" (ڈیلی میل)
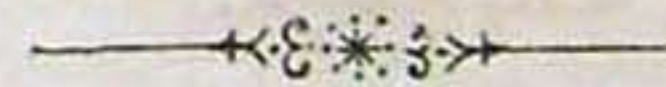
فارن زوب، جو یورپ مین اسوقت سکہ جات نادرہ کے جمع و فراہمی مین خاص شہرت رکھتے ہین، انکے پاس سب سے بڑی جسامت کا سکہ موجود ہے، یہ تانبے کی ایک پلیٹ ہے، جسکی جسامت ۱۰ انچ مربع، اور جسکا وزن ۱½ پونڈ ہے! یہ سکہ ملک سویڈن کا ہے، اور اس پر سنہ ۱۷۳۰ء کی مہر ہے، یہ سکہ چار ڈیلر (ڈیلر بھی ایک قدیم سکہ کا نام ہے) کا چلتا تھا، (ماڈرن ریویو)
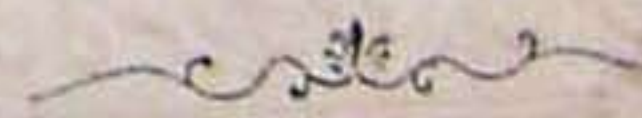
ملک پیرو (جنوبی امریکہ) کے ایک انجینیر جان کریٹیل کو ایک قدیم امرکی سردار کی نعش محنط دستیاب ہوئی ہے، جو مصر کی محفوظ نعشون سے بھی بہتر حالت مین ہے، یہ نعش چارسو برس کے زمانہ کی ہے، اور قد مین صرف ۲۵ انچ ہے، ظاہر ہے کہ یہ مردہ کی اصلی جسامت نہین، بلکہ ایک خاص ترکیب سے یہ لوگ لاشون کو سکیڑ لیتے تھے،
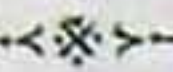
سنہ ۲۰ء مین، ممالک عالم مین جدید کتابین حسب ذیل تعداد مین شائع ہوئین، ان اعداد مین مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن شامل نہین۔

ملک	تعداد
جرمنی	۳۲۳۴۵
برطانیہ	۱۱۰۰۴
امریکہ	۸۵۹۴
فرانس	۶۳۱۵
اٹلی	۶۲۳۰

جاپان مین سالانہ مطبوعات (جن مین قدیم و جدید دونون شامل ہین) کا اوسط ۲۵۰۰۰ رہتا ہے، (//)

چند سال ہوے اسپین مین چند غار ایسے دریافت ہوئے جنہون نے علماء اثریات کے حلقہ مین ایک ہلچل سی ڈال دی - غارون کا یہ سلسلہ خدا معلوم کب سے بند چلا آتا تھا، اتفاق سے انکا منھ کھل گیا، اندر جاکر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک طرح کا عجائب خانہ ہے جس مین صدہا ہزارہا جانورون کی تصویرین موجود ہین، ان حیوانات کی بعض انواع مفقود

ہو چکی ہین، اور بعض ابتک موجود ہین، بعض حیوانات کے اعضاء رئیسہ (قلب، شُش، جگر، وغیرہ) کی تصویرین الگ کرکے بھی دی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نقشون کے بنانے والے فن تشریح سے بھی واقف تھے، ماہرین فن کا خیال ہے، کہ ان نقوش و تصاویر کی تیاری کا زمانہ ۲۰۰۰۰ و ۲۵۰۰۰ سال قبل مسیح کے درمیان کا زمانہ ہے،

سرالفرڈ برڈ، جو ایک خاص دوا "برڈس کسٹرڈ پوڈر" کے کارخانہ کے مالک تھے، چند ماہ ہوئے انہون نے وفات پائی، تو معلوم ہوا، انہون نے محض اشتہارات کے بل پر جو دولت کمائی، اسکی آمدنی سے ۶۵۳۶۵۶ پونڈ کی قیمت کی مستقل جائداد چھوڑ گئے ہین! چند اور مشہور مشتہرین کی دولت کے اعداد ذیل سے، مغرب مین اشتہار کی قوت زرخیزی کا اندازہ ہوگا:-

لارڈ برٹن (تاجر شراب)	۷۰۰۰۰۰ پونڈ
سر فریڈرک ولس (تاجر تمباکو)	۲۹۱۸ ۱۱۴ //
مسٹر پیٹر رابنسن (مالک کارخانہ خیاطی)	۱ ۱۱۹ ۶۶۱ //
مسٹر ولیم وہائیلی (مالک بساط خانہ)	۱۴۵۲ ۸۲۵ //
سر ہنری ٹیٹ (تاجر شکر)	۱۲۶۳ ۵۶۵ //
مسٹر جی فلفرڈ (مالک دواخانہ)	۱۳۱۱ ۰۰۰ //
مسٹر مینڈلی میپل (مالک کارخانہ فرنیچر)	۲۱۵۸ ۲۹۲ //
مسٹر چارلس لی (چٹنی فروش)	۱۰۷۰ ۱۳۷ //
مسٹر سی بوٹ (دوا فروش)	۴۲۹۴ ۴۲۳ //

مسٹر اینو (مالک کارخانہ نمک ہاضم)	۶۰۷ ۱۱ ۱۶ پونڈ
مسٹر ہینز (چٹنی و اچار فروش)	۰۰۰ ۱۱۲۲ //

(ڈیلی میل)

طویل العمری مین تاہل کی زندگی معین ہوتی ہے یا تجرد کی؟ اس سوال کے جواب مین کارنل یونیورسٹی (امریکہ) کے پروفیسر ولکاکس نے کنوارون اور شادی شدہ اشخاص کی شرح اموات کے متعلق اعداد ذیل شائع کیے ہین،

سن و سال	شرح اموات	
	متاہل اشخاص	مجرد اشخاص
۲۰ و ۳۰ سال کے درمیان	۲/۴	۶/۶
۳۰ و ۴۰ //	۶	۱۳
۴۰ و ۵۰ //	۹/۵	۱۹/۵
۵۰ و ۶۰ //	مجرد اشخاص کی شرح اموات بہ مقابلہ متاہل کے بقدر ۱۱ فیصدی کے زائد ہوتی ہے، اور	
۶۰ و ۷۰ //	بقدر ۱۹ فی صدی کے،	

خود کشی کرنے والون کی تعداد مین پورا ۲/۳ حصہ مجرد اشخاص کا ہوتا ہے،

(امریکن جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن)

ایک فرنچ مخترع، مسیو یوجین رد یر نے ایک خاص قسم کی روشنی ایجاد کی ہے، جسکا شعلہ پانی کے اندر ۱۳۰ فٹ کی گہرائی تک روشن رہیگا، اور جس کی مدد سے پندرہ انچھ فی

منٹ کے حساب سے، لوہے کی دبیز چادرون کے آرپار نظر کی جاسکے گی، سائنٹفک حلقون مین
اس ایجاد کو ایک معجزہ سے تعبیر کیا جارہا ہے،

بوڈاپیسٹ یونیورسٹی (ہنگری) کے پروفیسر کولمین ڈی ٹیلنسزیکی نے ایک ایسا عرق تیار
کیا ہے، جسکے جسم مین داخل کردینے سے لاش اپنی حالت پر قائم رہ جاتی ہے، اور بقول پروفیسر
موصوف کے سیکڑون ہزارون برس تک اسی طرح محفوظ رہ سکتی ہے، کچھ روز ہوے ایک
شخص کے جسم مین اسکی وفات کے دس روز بعد یہ عرق بذریعہ پچکاری کے داخل کیا گیا، اور
نعش مثل پتھر کے سخت ہوگئی، یہی عرق ۱۹۰۹ء مین ایک نوجوان لڑکی کے جسم مین داخل
کیا گیا تھا، اسوقت سے ابتک اسکی لاش اپنی بالکل اصلی وطبعی صورت مین محفوظ ہے،
بالون تک مین سرمو فرق نہین آیا ہے، پروفیسر صاحب کی خواہش ہے کہ یہ طریقہ زیادہ
عام نہونے پائے، بلکہ ہر ملک کے صرف مشاہیر کے ساتھ مخصوص رہے، تاکہ آیندہ نسلین ہمیشہ
انکی صورتون کی زیارت کرسکتی رہین، پیرس کے ڈاکٹر بارتھا نے اس طریقہ مین کچھ اور
اصلاح واضافہ کیا ہے، ان کا دعوی ہے، کہ اس طور پر نعش کی تازگی دس ہزار سال
کی مدت تک قائم رہ سکے گی،

جرمنی کے ڈاکٹر الفرڈ ویگنر نے اپنی ایک تازہ تصنیف مین دعوی کیا ہے، کہ ممالک
و بر اعظم برابر مغرب کی جانب حرکت کرتے جاتے، اور رفتہ رفتہ اپنی موجودہ جگہین چھوڑتے جاتے
ہین، جن کے بجاے سمندر اور بحر اعظم پیدا ہوتے جاتے ہین، چنانچہ آج جو سمندر بحر ہند کہلاتا
ہے، یہان کسی زمانہ مین ہندوستان آباد تھا، اور اسکی آبادی افریقہ وآسٹریلیا سے پیوستہ تھی

علی ہذا آسٹریلیا کسی زمانہ مین نیوزیلینڈ سے منسلک تھا، حالانکہ اب دونون مین بُعد عظیم
ہوگیا ہے، وقیس علی ہذا، نیچر
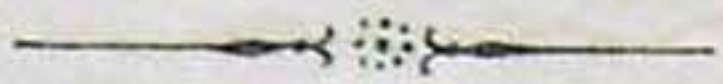
ایک عالم نفسیات مسٹر آرتھر لینچ لکھتے ہین، کہ پیرس کے ایک نامور طبیب وفلسفی ڈاکٹر
ریشے نے حال مین اپنا خیال ظاہر کیا ہے، کہ ایک سکنڈ کی مدت مین انسانی دماغ ۱۲ ۲/۳
تصورات یا خیالات سے مشغول رہ سکتا ہے، لیکن مین اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہون کہ
یہ تحقیق صحیح نہین۔ مین نے ایک بار متعدد شاعرون کے کلام سے اقتباسات کئے، اور مختلف
علوم، عضویات، فلکیات، وغیرہ کی کتابون کی بعض عبارات لین، نیز چند دشوار قواعد
ریاضی کا انتخاب کیا، اور ان سب کو ازبر کرکے دل ہی دل مین دُہرانا شروع کیا، ابتدائً
اس مین سخت زحمت ہوئی، اور بہت زیادہ وقت صرف ہوا، لیکن کچھ روز مین طبیعت اسقدر
خوگر ہوگئی، کہ آدھ گھنٹہ کے اندر مین بآسانی ان تمام معلومات کو ذہن کے سامنے لے آتا
تھا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ رفتار خیالات کسی متعین شرح کی پابند نہین، اسکا دارومدار مشق
ومزاولت پر ہے، اور سعی وکوشش سے اس مین بہت کچھ ترقی کرتے رہنا ممکن ہے، پھر یہ بھی
صحیح نہین، کہ وقت واحد مین ذہن کے ساتھ متعدد خیالات یا تصورات آسکتے ہین۔ دراصل
ذہن کے سامنے ایک وقت مین صرف ایک ہی خیال یا تصور آسکتا ہے، یہ اور بات ہے
کہ وہ تصور، بہت سے تصورات کا مُرکب اور انپر حاوی وجامع ہو،

موجودہ سائنٹفک تجربات سے ثابت ہوگیا ہے، کہ شوروغل کا اثر صحت انسانی
کے حق مین نہایت مُضر واقع ہوتا ہے، فوج کے بگل، پولس کی سیٹی، انجنون کی آواز،

اور اس قسم کے صدہا دیگر شور جو شہری اور تمدنی زندگی مین ناگزیر ہو گئے ہین، ان سب کے برداشت کرنے مین جس قدر ذخیرۂ قوت کا صرف ہوتا ہے، اسکی پیمایش کے لیے حال مین ایک آلہ بھی ایجاد ہو گیا ہے،

(پاپولر سائنس)
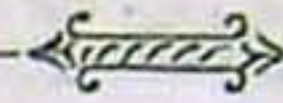
وائنا (دار الحکومت آسٹریا) سے خبر آئی ہے کہ ایک نابینا شخص کے حلقۂ چشم مین ایک دوسرے شخص کی آنکھ رکھ دی گئی، اور اس سے نابینا شخص کی بصارت از سر نو عود کر آئی ڈاکٹر بیلو کہتے ہین، کہ اس خبر مین کچھ بھی استبعاد نہین، جنگ کے قبل آنکھ کو بہت ہی نازک عضو خیال کیا جاتا تھا، لیکن دوران جنگ کے تجربات نے ثابت کر دیا کہ مثل دیگر اعضاء انسانی کے آنکھ مین بھی ہر قسم کے اعمال جراحی کیئے جا سکتے ہین، اور نہ صرف ایک انسان کی آنکھ نکال کر دوسرے کے حلقۂ چشم مین رکھ دی جا سکتی ہے، بلکہ اکثر حیوانات کی آنکھون سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ جنگ سے قبل اس قسم کے دعوی کو معجزہ قرار دیا جا سکتا تھا، لیکن آج یہ ایک طبعی واقعہ بن گیا ہے،

(ر)

ثوابت فلکی مین روشن ترین ستارہ کا اصطلاحی نام سیریس ہے، تازہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے، کہ یہ ستارہ جو اب تک ساکن وغیر متحرک تسلیم کیا جاتا تھا، ایک انچ فی صد سال کی شرح سے حرکت کرتا رہتا ہے، کرۂ ارض سے اسکا جو عظیم الشان فاصلہ ہے اسکے لحاظ سے یہ اندازہ کیا گیا ہے، کہ یہ روزانہ ۱۰ لاکھ میل کی شرح رفتار سے حرکت کرتا ہے،

(ر)

ادبیات

خلوتیانِ راز کا خاص اک پیام ہے — حسنِ وصالِ دوست بھی منزلِ ناتمام ہے

کسکے فروغِ حسن کا آج یہ فیضِ عام ہے — شام نثارِ صبح ہے صبح نثارِ شام ہے

اسکی نگاہ مین کہان طور کا احترام ہے — جسکو نصیب یار کا جلوۂ زیرِ بام ہے

چشمِ نظر پرست مین جسکا جہان نام ہے — حسنِ تمام یار کا جلوۂ ناتمام ہے

عشق کی کامیابیان اک فقط اتہام ہے — شوق جو ناتمام تھا دید بھی ناتمام ہے

ایک ادائے پُرسکوت لاکھ نوائے پُرخروش — وہ روشِ خواص تھی یہ روشِ عوام ہے

حسن کی بارگاہ مین رکھیئے قدم سنبھالکر — یہ وہ مقام ہے جہان خواہشِ دل حرام ہے

شیفتۂ صفات کو کوئی سکون ہو تو ہو — عاشقِ ذات کو کہان ایک جگہ قیام ہے

گرمیٔ سوزِ عشق سے دل کو جلا تو بوالہوس — صبح کو جو نہ بجھہ سکے یہ وہ چراغِ شام ہے

بندگیٔ جنون ادا بیخودیٔ ادب سرشت — حُسن کی اصطلاح مین عشق اسی کا نام ہے

اسکی نظر پھرے تو پھر اکون رہے جہان مین — جسکی نظر سے منضبط سلسلۂ نظام ہے

ایک بلا کی بیخودی ایک غضب کی بیحسی — دورِ حیات کہتے ہین جسکو وہ دورِ جام ہے

شوق کی انتہا کہو یا کہ فریبِ عاشقی — شورِ انا الحبیب کا خاصۂ مقام ہے

نجد کے ذرہ ذرہ سے آج تک آتی ہے صدا — جو ہے شہیدِ تیغِ عشق اسکو موت سے حرام ہے

اتنو خدا کے واسطے جینے کا دو جگر ثبوت

خواب گران وہی ہے اور وقت قریب شام ہے

اوراق پارینہ

مویدالاسلام

از مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

اُردو کا ذخیرۂ ادب جیسا کہ اس سے پیشتر بھی کہا جاچکا ہے، واقعتہً اسقدر قلیل نہین، جتنا سرسری نظر مین معلوم ہوتا ہے، اس ظاہری افلاس کا ایک بہت بڑا باعث یہ ہے کہ اُردو مین کتابون کی نشر و اشاعت کا کوئی معقول انتظام نہین، بیسیون اعلیٰ مطبوعات ہر سال نکلتی رہتی ہین مگر بجز ایک محدود جماعت کے کسی کو ان کے وجود کی کانون کان خبر نہین ہوتی، ان سے بھی زیادہ افسوسناک حالت مطبوعات قدیم کی ہے، پچھلے سو برس کے اندر تصنیف، تالیف و ترجمہ کے ذریعہ سے اردو کے خزانہ مین صدہا جواہر کا اضافہ ہوچکا ہے، اور یہ فہرست افسانہ، شاعری، سائنس، فلسفہ، تاریخ، کلام، تصوف، لغت، ادبیات وغیرہ جملہ عنوانات پر شتمل ہے، لیکن آج یہ کتابین قعر گمنامی و بے نشانی مین پڑی ہوئی ہین، اور کسی کو انکے وجود کی خبر تک نہین، اوراق پارینہ کے نام سے جو جدید عنوان معارف کے اس نمبر سے قائم ہوتا ہے، اسکے ذیل مین انہین فراموش شدہ مطبوعات قدیم کا ذکر ہوتا رہیگا، اُمید ہے ناظرین کرام بھی اس باب مین کارکنان معارف کی اعانت کرنا اپنا فرض سمجھین گے،

انیسوین صدی کے وسط مین انگلستان مین ایک ممتاز اہل قلم جان ڈیون پورٹ تھے متعدد تصانیف و مضامین انکی یادگار رہین، تصانیف مین ان کا رسالہ متعلق صوبہ اودھ، اور تاریخ خصوصہ کورگ و راجگان کورگ قابل ذکر ہین، انہین اسلام سے خاص محبت ہوگئی تھی، اگرچہ اُسکی کوئی

شہادت موجود نہین کہ وہ مسلمان ہو بھی گئے تھے، اُنھون نے دیکھا کہ خود انکے ہموطن و ہمقوم ارباب قلم نے اسلام و پیمبر اسلام پر اتہامات و غلط الزامات کی یورش کر رکھی ہے، یہ دیکھکر اُنھون نے ان افترا پردازیون کی تردید مین ایک رسالہ "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن" کے نام سے شائع کیا جسکا صحیح ترجمہ "محمد و قرآن کی بریت" ہو سکتا ہے،

کتاب چار ابواب پر منقسم ہے، باب دوم و چہارم مین اُنھون نے قرآن کی خوبیان بیان کی ہین، اور مغربی معترضین کے جوابات دیئے ہین، باب اول و سوم سیرت نبوی سے متعلق ہین، سادہ و غیر متعصبانہ بیان واقعات زندگی کے علاوہ ان حصون مین جہاد، معراج، تعدد ازواج وغیرہ کی حقیقت بیان کی ہے اور الزامات کی تردید کی ہے، اسلامی حلقون مین کتاب کو خاصہ حسن قبول حاصل ہوا، اور پچھلی صدی کے متکلمین اسلام نے اس سے کافی استناد کیا، سر سید "خطبات احمدیہ" مین جا بجا اُسکے حوالہ دیتے ہین، مولوی چراغ علی، سید امیر علی، سب کے ہان ڈیون پورٹ کے اقتباسات ملتے ہین، البتہ اب یہ کتاب گویا معدوم ہوگئی ہے، جن پرانے کتبخانون مین ہے، وہین ہے، کتب فروشون کے ہان دستیاب نہین ہوتی،

"مویدالاسلام" اسی کتاب کے اُردو ترجمہ کا نام ہے، مولوی محمد عنایت الرحمن خان صاحب دہلوی نے حسب فرمائش خواجہ مرزا قمرالدین خان اُسکا ترجمہ کیا، اور خواجہ صاحب کے مطبع بدرالدجیٰ (چاندنی چوک، دہلی) سے اسکی اشاعت ہوئی، سال طبع ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء ہے، اس حساب سے اسے طبع ہوئے ۵۳ سال قمری اور ۵۲ سال شمسی اسوقت تک ہوچکے ہین، ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر دو سو صفحہ کی ضخامت ہے، خط صاف و روشن ہے، کتابت کی غلطیان نسبتہً کم ہین، مترجم نے جا بجا اپنی طرف سے حواشی کا اضافہ کیا ہے،

دیباچہ، مرزا غالب کے شاگرد رشید میر مہدی مجروح کا لکھا ہوا ہے، اور اس زمانہ کے

عام دستور کے مطابق حمد، نعمت، و سبب تالیف پر مشتمل ہے، حمد کا رنگ یہ ہے :-

"سزاوار پرستش اس وحدہ لاشریک کی ذات ہے، جسکے ایک لفظ کن کی یہ ساری کائنات ہے، اُسکے دربار کمال مین آسمان سے ہزارون حباب، اسکے پرتو نور اجلال کے مہر و ماہ سے لاکھون کواکب ضیایاب، قطرۂ آب اسکے فیض عمیم سے دُرِّ نایاب بنجاتا ہے، پتھر اسکی عنایت عمیم سے یاقوت ناب ہوجاتا ہے، وہ دانۂ خشک سے سبزۂ تر نکالتا ہے، اسکے حکم سے خاک سے آب پاک جاری ہوجاتا ہے، کبھی شام ہے کبھی صبح ہے، کبھی دن ہے کبھی شب ہے، غرض اس صانع مطلق کا جو کار ہے عجب ہے،

نعت کا نمونہ یہ ہے :-

"وہ جسکے سبب جہان کی نمائش و آدم کی پیدائش ہوئی ..... وہ جسکی نعلین تاج سرِ عرش برین وہ جسکے ادنی خدمتگارون مین رُوح الامین، وہ جسکے خاک آستان پر سرِ عجز آسمان، وہ جسکا محکوم زمین و زمان ..... وہ لباس بشر مین نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماجرا تھا، بندہ ہو کر خدا کا حبیب ہو، یہ رتبہ کسکو نصیب ہو، غالب

تمنائے دیرینۂ کردگار — بوے ابر داز خویش اُمیدوار

ز رازِ نہان پردہ برزدہ — ز ذات خدا معجزہ سرزدہ

سبب تالیف کتاب ان الفاظ مین درج ہے :-

"حجت حق اسے کہتے ہین، اور اثبات دعوی راستی کے بھی معنی ہین، حضرت کی علویت مرتبہ کو منکران نبوت بھی مان جاتے ہین، اور اہل استخفاف کی زبان سے بھی کلمات حق نکل جاتے ہین، چنانچہ فی زماننا دار السلطنت لندن مین صاحبان انگلشیہ مین سے ایک صاحب کہ جنکا نام نامی جون ڈیون پورٹ صاحب ہے، اور نہایت اپنے علم مین ذی استعداد و

مورخ بے بدل و انصاف دوست و راستی آشنا ہین، اُنھون نے کچھ ہمارے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقایع عمری تحریر کیا ہے، اور بعض بعض الزامات کا جو غیر مذہبون نے بسبب تعصب مذہبی کے آنحضرت کی نسبت لگائے ہین، ان کا جواب لکھکر اُنکو دفع کیا ہے، جب وہ کتاب چھپ کر ہندوستان مین آئی تو اُسکے پڑھنے کو ہر ایک دوستدار نبوی کی طبیعت لہرائی، چونکہ انگریزی زبان ہر ایک نہین جانتا، اسواسطے شفقی خواجہ قمر الدین صاحب عرف خواجہ مرزا صاحب خلف الصدق خواجہ بدر الدین جان صاحب عرف خواجہ امان صاحب مترجم بوستان خیال کہ جوان سنجیدہ و فہمیدہ ہین، انھون نے یہ چاہا یہ کتاب زبان انگریزی سے اردو مین ترجمہ ہوجائے، تا ہر ایک مشتاق اُسکے پڑھنے سے حظ اٹھا دے اور اس کار خیر کے انصرام مین ثواب بھی عاید حال ہوجائے، یہ خیال کر کے خواجہ صاحب موصوف نے اسکی درستی مین کمر ہمت چست باندھی اور محمد عنایت الرحمن خانصاحب سے کہ وہ فن ترجمہ نگاری مین دستگاہ تام رکھتے ہین، کتاب مذکور کا ترجمہ کروایا، جب ترجمہ ہوچکا تو مؤید الاسلام نام رکھا، اور قصد انطباع کیا، اور اس خاکسار ہیچمدان مہدی مجروح سے دیباچہ لکھنے کو فرمایا، بندہ خواجہ صاحب کا حکم بسر و چشم بجالایا کیواسطے کہ رضا جوئی احباب کار ثواب ہے، اب آگے اصل مطلب کتاب ہے، فقط"

اسکے بعد اصل کتاب کا آغاز وقایع عمری آنحضرت سے ہوتا ہے، اقتباسات ذیل سے مصنف کے طرز خیال اور مترجم کی طرز ادا دونون کا اندازہ ہوسکیگا، ابتدائے سخن یون ہوتی ہے :-

"اسمین کچھ شبہہ نہین کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والون مین ایک کا بھی نام اسطرح نہین لیا جا سکتا جسکی وقایع عمری آنحضرت کی وقایع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھی گئی ہون، فی الحقیقت اگر ہم آپکی سوانح عمری کو اُن معجزات اور تعجبات سے برَی کردین

جو ایشیائی مورخون نے آپکی طرف منسوب کئے ہین تو ابتک اچھی طرح سے یقین ہوسکتا ہے۔

آپ کے ولادت کے زمانہ مین اکثر عرب کے حصے غیر قومون کے زیر حکومت تھے، کوہستانی عرب کے تمام شمالی حصے اور ملک شام وفلسطین ومصر بادشاہان قسطنطنیہ کی عملداری مین تھے اور خلیج فارس کے کنارے، اور وہ ملک جسمین دریاے دجلہ وفرات بہتے ہین، اور ملک جزیرہ نماے عرب کے جنوبی حصے خسروان فارس کے قلمرو مین شامل تھے، بحر قلزم کے ساحل کا ایک حصہ مکہ معظمہ کے جنوب تک عیسائی بادشاہان ابی سینیا کا ماتحت تھا.....

اہل عرب کو نہ عقبیٰ کا اور نہ دنیا کے مخلوق ہونے کا یقین تھا، وہ عالم کی خلقت کو زمانہ کی گردش سے اور آیندہ کے معدوم ہونے کو انجام وقت سے منسوب کرتے تھے، عیاشی اور قزاقی کا ہر جا زور تھا اور چونکہ موت کو ہستی کا انجام محض خیال کرتے تھے، لہذا نہ نیکی کی جزا مانتے تھے نہ بدی کی سزا۔"

قرآن سے متعلق ایک یورپ نژاد مسیحی کے خیالات ذیل دلچسپی سے پڑھے جائینگے :-

منجملہ محاسن اور خوبیون قرآن شریف کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو باتین نہایت عمدہ ہین، اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسمین خدا تعالیٰ کا ذکر ہے، اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے، اور خوف آتا ہے، اور جس عبارت مین خدا تعالیٰ کی نسبت ان جذبون کا مغلوب ہونا نہین منسوب کیا گیا ہے، جو انسان کے واسطے مختص ہین، دوسرے تمام قرآن شریف ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جا سکتے ہین، مگر افسوس یہ عیب یہودیون کی مقدس کتابون مین اکثر واقع ہین، حقیقت مین قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اسمین ذراسی بھی حرف گیری ناممکن ہے، اور اگر ہم اسے اول سے آخر تک پڑھین تو کہین ایسی

بات نہ واقع ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے۔"

مسیحی مورخین علی العموم مسلمانون کو کتبخانہ اسکندریہ کے جلانے کا مجرم قرار دیتے ہین، ڈیون پورٹ صاحب اس الزام کی پرجوش تردید کرتے ہین :-

عیسائی کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے سنہ ۶۴۱ ع عمرو کو حکم دیا کہ وہ اسکندریہ کے کتبخانے جلادے، اور اسکی تمام کتابون کو مساجد کے حمامون مین صرف کرے، یہ الزام بالکل جھوٹا ہے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ ٹولمیز کے کتبخانہ کی چار لاکھ یا سات لاکھ کتابین جولیس قیصر کی لڑائی مین جل گئی تہین، یہ الزام جسے اکثر مورخ علی التواتر لکھتے ہین، بالکل بے بنیاد ہے، اور اسکا کذب مندرجہ ذیل دلائل سے ظاہر ہے، دلیل (۱) انحضرت کا حکم ہے کہ یہودی اور عیسائیون کی مذہبی کتابین جو فتح مین مسلمانون کے ہاتھ آئین انہین برباد نہ کرنا چاہیئے، اور کتب عروض وفلسفہ وتاریخ وغیرہ بھی جو مسلمانون کے قبضہ مین آئین ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، پس ایسا کیونکر ہوسکتا ہے، اہل اسلام انحضرت کی عدول حکمی کرتے اور اس کتبخانہ کو جلا دیتے، دلیل (۲) ابوالفرج کہ جسکے خاندان نے اس کتبخانہ کے جلنے کی روایت بیان کی وہ اس زمانہ سے چھ سو برس پیشتر[1] ہوا ہے، جس زمانہ مین کہ اس واقعہ کا ہونا بیان کیا گیا ہے، علاوہ اسکے اور مورخان قدیم خواہ عیسائی ہون یا مصری کسی نے اس حادثہ کا ذکر نہین لکھا۔ دلیل (۳) سینٹ کرای، جس نے کہ اسکندریہ کے کتبخانون کی تحقیق مین بہت سی کتابین لکھی ہین، لکھتا ہے کہ یہ حکایت بالکل جھوٹی ہے، کیونکہ اسکندریہ مین بڑے بڑے اور قدیم کتبخانے چوتھی صدی سے پہلے تھے، تعجب کی بات ہے کہ زمانہ حال کے مورخ اس حکایت کو بیان کرتے ہین، حالانکہ گبن صاحب مورخ یہ بیان کرتے ہین کہ یہ حکایت مشکوک ہے، کیونکہ نہ تو مسلمانون کی شان سے ایسی حرکت صادر ہوتی معلوم ہوتی ہے

[1] معارف: پیشتر یا پیچھے؟

اور نہ کسی عیسائی یا مسلمان مورخ نے اسکا ذکر لکھا ہے"

ان اقتباسات سے ناظرین کو مترجم کی زبان اور مصنف کے خیالات کا اندازہ ہو گیا ہوگا، مترجم کی زبان اپنے زمانہ کو دیکھتے ہوئے خاصی سلیس ہے، اور ترجمہ عموماً صحیح ہے، مصنف نے الزامات کی تردید مین تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ الزامی جوابات بھی دیئے ہین اور تقریباً تمام اہم مسایل مثلاً معراج، جہاد، سیرۂ نبوی، تعدد ازدواج وغیرہ سے اعتراضات کو رفع کیا ہے، ایک مقام پر سلطان ٹرکی کا طویل خط، سفیر انگلستان کے نام نقل کیا ہے، جو اسقدر تیز اور تند لہجہ مین ہے کہ آج بڑے سے بڑے آتش زبان اخبارات بھی اس سے آگے نہین بڑھ سکتے، خود مصنف نے اپنے ہم قوم وہموطن انگریزون پر تصریح کے ساتھ متعدد مقامات پر "بدمعاملگی" خیانت "طماعی" اور "بے ایمانی" کے الزامات لگائے ہین، اور اپنے دعویٰ کے شواہد بھی پیش کئے ہین، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب سادہ دل مسلمانان ہند کے نزدیک انگریزی قوم، خوش معاملگی، دیانت وصداقت کی اوتار تھی، ان اجزا کا مطالعہ موجودہ سیاسی فضا مین خاص طور پر دلچسپ ہے۔

معارف: ہمارے فاضل دوست نے "اوراق پارینہ" کے زیر عنوان جس کتاب کا تذکرہ کیا ہے حقیقت مین وہ ابھی اسقدر پارینہ اور ازیاد رفتہ نہین ہوئی ہے کہ اُسکے یاد دلانے کی ضرورت پڑے، جان ڈیون پورٹ صاحب کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن" کے اردو مین دو ترجمے ہوئے ہین ایک تو وہ جسکا ہمارے دوست نے ذکر کیا ہے، دوسرا ترجمہ بھی اسی زمانہ مین مولوی ابو الحسن صاحب نے کیا تھا اس دوسرے ترجمہ کا نام "تائید محمد والقرآن" ہے، اور جو لاہور کے کتب فروشون کے ہان اب تک ملتا ہے، البتہ پہلا ترجمہ جسکا نام "مؤید الاسلام" ہے اور جسکو مولوی عنایت الرحمن دہلوی نے کیا تھا، کم رواج پذیر ہوا، شاید اسلئے کہ اسکی طرز عبارت مین کسیقدر قدامت اور کہنگی کا رنگ جھلکتا تھا۔

جان ڈیون پورٹ صاحب کے متعلق حضرت الاستاذ علامہ شبلی مرحوم فرماتے تھے کہ یہ صاحب، سید محمود مرحوم کے پڑھانے کے لئے ولایت مین خانگی معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے لیکن نہایت لائق اور اسی کے ساتھ نہایت رحمدل اور نیکو کار تھے، مولانا حکایت کرتے تھے جسکو انھون نے شاید سرسید کی زبان سے سُنا ہوگا کہ ڈیون پورٹ صاحب معلمی واتالیقی ومضمون نویسی پر گذر کرتے تھے، اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے تھے، جب مرنے لگے تو اُن کے پاس اچھا خاصہ سرمایہ نکلا، اُنہون نے وصیت کی کہ یہ تمام سرمایہ ان کے محلہ کے یتیم خانہ کے نام منتقل کر دیا جائے، ۱۸۶۹ء مین جب سرسید، سید حامد اور سید محمود اپنے دونون بیٹون کو لیکر انگلستان گئے تو انکی ملاقات جان ڈیون پورٹ صاحب سے ہوئی، یہ نہین معلوم کہ وہ سرسید سے ملنے سے پہلے اپنی کتاب لکھ چکے تھے، یا ملنے کے بعد اُنھون نے لکھی، بہر حال یہ کتاب لکھی گئی، لیکن وہان کوئی صاحب مطبع اُسکے چھاپنے کی ہامی نہین بھرتا تھا، اور نہ خود مصنف مین اُسکے چھپوانے کی استطاعت تھی، سرسید کو جب اس کتاب کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے اپنی طرف سے اسکو چھپوا کر انگلستان مین شائع کیا، اور اسکی سو جلدین ہندوستان بھیجین، اور اسی زمانہ مین اُسکے دونون ترجمے شائع ہوئے،

باب التقریظ والانتقاد

سلسلہ منتخبات

عربی شاعری کا بہترین انتخاب حماسہ ہے، اسکا جامع ابوتمام خود ایک بلند پایہ شاعر تھا لیکن "حماسہ" کے مشہور شارح تبریزی نے اپنی شرح کے دیباچہ مین لوگون کا یہ قول نقل کیا ہی کہ ابوتمام اپنے کلام سے زیادہ اپنے انتخاب مین بڑا شاعر نظر آتا ہے،" اسمین شبہہ نہین کہ سخن فہمی کا مرتبہ سخن وری سے کسی طرح کم نہین، استاذ مرحوم (علامہ شبلی) نے "شعر العجم" اور "موازنہ انیس و دبیر" لکھکر ایران و ہندوستان کی شاعری پر جو احسان کیا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا درجہ خود انکی اردو، فارسی شاعری سے کم ہے، لیکن یہ جامعیت بہت کم لوگون کے حصہ مین آتی ہے -

اردو مین جس کثرت سے لوگ شاعر بننے کی کوشش کر رہے ہین، ان مین سے فیصدی اگر ایک شخص بھی سخن سنجی کا صحیح مذاق اپنے اندر پیدا کر سکتا، تو اسکا وجود زبان و ادب کیلئے یقیناً ان اشخاص سے کہین بڑھکر مفید ہوتا، جو محض موزون و مقفی کلام کے مجلدات مین اضافہ کرتے رہتے ہین، گو اردو شاعری بعض اصناف سخن کے لحاظ سے ابھی بہت ہی کم مایہ، بلکہ کیسر تہی دامن ہے، تاہم قدیم و جدید اساتذہ کے یہان ایسے جواہر ریزون کی کمی نہین جنکو اگر خس و خاشاک سے پاک کر کے یکجا کر دیا جائے، تو ہماری شاعری محض گل و بلبل اور خط و خال کی داستان یا صنائع و بدائع اور ضلع جگت کی طبع آزمائی نہین کہی جا سکتی -

اس ضرورت کا احساس اگرچہ ادب لطیف ہی کے شیدائیون کو ہونا چاہیئے تھا، لیکن

ان کا ذوق لطافت پسندی شاید اپنے ذوق کی خدمت مین بھی کسی تلاش و کاوش کا متحمل نہین، اسلئے انکے فرض کا بار بھی ایک کاوش طلب علم ہی کے خدمتگذار نے اٹھایا ہے، پروفیسر محمد الیاس برنی (جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) نے اپنے مخصوص فن معاشیات (اکنامکس) مین اردو زبان کی جو گرانقدر خدمت انجام دی ہے اور دے رہے ہین، اسکی اہمیت ارباب نظر سے مخفی نہین، لیکن کبھی کبھی اس خشک مشغلہ سے گھبرا کر انکی زبان قلم تری ڈھونڈھنے لگتی ہے، جسکی ایک قسط (اسرار حق) کا پچھلے سال انہی صفحات (معارف - جولائی ۲۱ء) مین ذکر آچکا ہے، منتخبات نظم اردو کا سلسلہ بھی پروفیسر موصوف ہی کے قلم کا تحفہ ہے،

یون تو اردو شاعری کے کچھ نہ کچھ انتخابات پہلے سے بھی موجود ہین، لیکن یہ زیادہ تر یا تو صرف کسی ایک شاعر سے تعلق رکھتے ہین، یا کسی ایک مضمون پر چند شعراء کے کلام کا مجموعہ ہین، "سلسلہ منتخبات نظم اردو" مین شعرا اور مضامین شاعری دونون لحاظ سے استقصا اور جامعیت کا اہتمام کیا گیا ہے، قدیم و جدید، گذشتہ و موجودہ تمام اساتذہ سخن ولی و میر، غالب و انیس سے لیکر اقبال و حسرت تک ایک ہی مرقع مین جلوہ گر ہین -

مضامین، شاعری کے لحاظ سے اس سلسلہ کو تین موٹے عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے، (۱) جذبات فطرت، (۲) معارف ملت (۳) اور مناظر قدرت - جنمین سے ہر ایک عنوان الگ الگ ایک مستقل کتاب کی صورت مین شائع ہوا ہے، یعنی پورا سلسلہ تین حصون پر مشتمل ہے، ابتک اس سلسلہ کے تین سٹ (جلد) نکل چکے ہین، پہلا غالباً ۱۹ء مین نکلا تھا جسکا ذکر فروری ۲۰ء کے معارف مین بذیل "مطبوعات جدیدہ" آچکا ہے، اسکے بعد جلد دوم کے تینون حصے نکلے، مقبولیت نے مولف کی ہمت بڑہائی، اور اسوقت جلد سوم ہمارے سامنے ہے، دیباچہ مین مولف نے اس سلسلہ کو ابھی اور جاری رکھنے کی امید دلائی ہے،

ہر حصہ بجائے خود جس صنف کلام کو محیط ہے، اسکا اندازہ فہرست مضامین سے ہوگا جسکے کچھ اقتباسات درج ذیل ہین[1] :-

جذبات فطرت : یاد رفتگان، نیرنگی عالم، وداع بلبل، پرندے کی فریاد، پھول کی فریاد، سیل زندگی، دم واپسین، جنازۂ پسر، نوحۂ برادر، بن مان کی بچی، قبر ابتدائے الفت، دل سے دو دو باتین، سیتاجی کی منت وزاری، حب وطن، ترانۂ ہند، نوحۂ دہلی، نیا شوالہ، شب وشاعر، نگاہ الفت، موسیقی، یاد ایام، انقلاب، عبرت، کاسۂ سر، طالبعلم کی اسید، روز عید، ہجوا کول (بسیار خور)

معارفِ ملت : معرفت، حمد، مناجات، شوق مدینہ، نام کے مشائخ، قحط علماء، قحط اہل اللہ، کوشش، راہ ترقی، استقلال، پیام عمل، صلائے عزم، رہبران قوم، احرار قوم، کانفرنس، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی، وقت ملازمت، علم کی توت، برق کلیسا، اگلے شرفا، نئے جنٹلمین، پردہ، ممبری کونسل، مقصد زندگی، قدر فرصت، محنت، ایک وقت مین ایک کام، آداب محفل، رموز وحدت، نزول وحی، طلسم حقیقت، حقیقت عالم، ترانۂ حیات، شاہ اسلام، سپاسنامۂ اردو، وصف سخاوت، مذمت تکبر، جہل مرکب، مہذب بیوی، عاشق رسول،

مناظرِ قدرت : ظہور صبح، پل پر شام تنہائی، چاندنی اور تالاب، سمندر کی رات، پچھلی رات، برسات، جھولا، شہر کی برسات، گرمی کا موسم، دہرہ دون کی سیر، صبح بنارس، دہان کے کھیت، آندھی، جاڑے کی بارش، گلاب کا پھول، آمون کی بہار، جونپوری خربزہ، احباب، سکون، مقبرۂ نورجہان، مرغابی، تتلیان، جگنو، ایک حسین لڑکی، عروس، ماما، نوشہ کا حمام، شیو شنکرجی کی برات، دلہن کی رخصت، میلے کی سیر، مراجعت وطن، تاج محل،

[1] یہ اقتباسات زیادہ تر جلد دوم وسوم سے ماخوذ ہین، ہر سٹ کا ہر حصہ کم وبیش سو عنوانات پر مشتمل ہے۔

ریل گاڑی، پن چکی، دوشیزہ، تصویر غازی انور پاشا، چھیلا، بیری، پتنگ بازی، مرغ بازی، دیوالی، ہولی، سوانگ، بوڑھا بوالہوس، قدیم سواری، چور چکار،

کیا اس مجموعہ کے پیش نظر ہونے کے بعد بھی اردو شاعری کے دامن پر یہ داغ رہجاتا ہے کہ وہ محض وصل وہجر کی حکایات کا طومار ہے، اسمین کلام نہین کہ مذکورہ بالا مضامین مین قدیم اساتذہ کا حصہ کم ہے، لیکن یہ وقت کی بات تھی جس سے نفس اردو کی لسانی صلاحیت پر کوئی حرف نہین آتا، اردو کی زمین ہر رنگ وبو کے پھول کھلا سکتی تھی، صرف موسم کے آنے اور ہوا کے بدلنے کا انتظار تھا، کہ چمن کی ہر روش گلزار ہوگئی- پھر بھی تمکو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ بکری، بلی، بلاؤ، چھیلا، ہولی، شادی کی دہوم، بارش اور شکار وغیرہ پر خالص وصف نگاری کی نظمین میر تک کے ہان موجود ہین،

مولف نے یہ بالکل سچ لکھا ہے کہ،

" ایسے وسیع انتخابات مین سب نظمون کا ہم پلہ ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب، بعض نظمین جو ادبی لحاظ سے شاید ادنی خیال کیجا ئین، اسلئے خاص طور پر قابل قدر ہین کہ وہ پہلے پہل نئے نئے مضامین کے خاکے ہین...... اگر کچھ نظمین بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہون تو امید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائین گے، (دیباچہ صفحہ ۶-۷)

بااین ہمہ ان انتخابات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی صاحب انتخاب کی کاوش وسخن سنجی کی بے ساختہ داد دینے کا جی چاہتا ہے، البتہ ترتیب کے متعلق چند باتین محتاج توجہ ہین،

(۱) چونکہ ہر قسم کے مضامین شعری کو تین عنوانات کی تحت مین لانے کی کوشش کیگئی ہے اسلئے قدرۃً بعض مضامین عنوان کتاب کے ساتھ میل نہین کہاتے، مثلاً دلی دربار، چور گردی، میدان جنگ، تلوار، تاج محل، ریل گاڑی، تصویر غازی انور پاشا وغیرہ کے مضامین جو

وصف نگاری سے تعلق رکھتے ہین، انکو مناظر قدرت کی تحت مین داخل کرنا نہایت ہی ناموزون معلوم ہوتا ہے، اسی طرح "شہزادہ کے گم ہونے پر ماتم" کی صحیح جگہ "مناظر قدرت" کے بجائے جذبات فطرت مین تھی، دو شیرہ، چیونٹی، جگنو، ہاتھی، وغیرہ کو بھی مناظر قدرت (نیچرل سینیری) کہنا برا معلوم ہوتا ہے، اس حصہ کا نام "کائنات قدرت" (یعنی نیچر) زیادہ مناسب ہوتا، وسعت بھی پیدا ہو جاتی،

جذبات فطرت اور معارف ملّت مین بھی اس قسم کی بعض ناہمواریان موجود ہین، آخرالذکر عنوان اخلاقی، قومی شاعری کے ساتھ فلسفہ و تصوف کے اسرار و حکم کو بھی محیط ہی، لیکن ان سب کو ایک ہی رشتہ مین گوندھنے کے لئے معارف ملّت سے بہتر کوئی عنوان نظر نہین آتا،

(۲) ایک ہی مضمون کا کلام، جو بعض صورتون مین ایک ہی شاعر کا بھی ہے، مثلاً "برسات" کی نظمین تم کو تینون جلدون کے حصہ "مناظر قدرت" مین ملین گی، "نمود صبح" اور "ظہور صبح" ایک مضمون اور ایک ہی شاعر (انیس) کی دو مختلف نظمین، دو مختلف حصون مین درج ہین، اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ جب ایک جلد کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے، تو وہ شائع کر دیا جاتا ہے، پھر اگر اسی مضمون یا اسی شاعر کا کلام کچھ اور دستیاب ہوتا ہے تو آیندہ جلد کے حصہ مین آتا ہے۔ گو اس سے ترتیب مین ذرا پراگندگی محسوس ہوتی ہے، تاہم ہر جلد تقریباً ہر قسم کی نظمون پر مشتمل ہونے سے مختلف الالوان دسترخوان کا لطف ضرور رکھتی ہے،

(۳) ہر حصہ مین اگرچہ بجائے خود اس حسن ترتیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک صنف کے مضامین ایک ہی سلسلہ مین درج ہون مگر کہین کہین اسمین بھی خلل نظر آتا ہے، مثلاً "مدینہ کی جوگن"، "شوق مدینہ" اور "امداد نبی" "شفاعت نبی" کے بیچ مین "سفر آخرت" کی نظم، "یا مولی" اور "دیوالی" کے بیچ مین "صراف" کی نظم آجاتی ہے،

حسن ترتیب کے ساتھ حسن انتخاب کا حق بھی ابھی مزید توجہ چاہتا ہے، مثلاً محروم کی اس "ابتدائے الفت" ("جذبات فطرت" جلد دوم) کے ساتھ کہ،

ہم انہین دیکھا کئے اور وہ ہمین دیکھا کئے ہائے وہ پہلی نگاہین اجنبیت کے مزے

آنکھین قدرتاً حسرت کے اس آغاز الفت کو ڈھونڈھتی ہین کہ

یاد ہین سارے وہ عیش بافراغت کے مزے دل ابھی بھولا نہین آغاز الفت کے مزے

حسن سے اپنے وہ غافل تھا مین اپنے عشق سے اب کہان سے لاؤن وہ ناواقفیت کے مزے

اس غزل کا ہر شعر پرکیف ہے۔

اسی طرح میر کی اس "حقیقت عالم" (معارف ملت جلد سوم) کے پہلو مین کہ

کچھ نہین اور دیکھین ہین کیا کیا خواب کا سا ہے یان کا بھی عالم

ہستی اپنی حباب کی سی ہے یہ نمائش سراب کی سی ہے

جبتک غالب کے حقیقت نگار قلم کے یہ نقوش سامنے نہون مرقع قطعاً ناقص رہیگا۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہان کھائیو مت فریب ہستی ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

مولف کے اہتمام جامعیت سے امید ہے کہ آیندہ جلد مین تصویر کے باقی خط و خال بھی نمایان ہو جائین گے۔

جلد سوم مین ایک دلچسپ جدت کیگئی ہے، یعنی ایک ہی مضمون پر ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار چن کر یکجا کئے ہین، مثلاً "شکایت الفت" "کیفیت عشق" "قاصد" وغیرہ عنوانات کے تحت مین میر کے بہت سے ہم مضمون اشعار ایک ہی سلک مین منسلک ہین۔

لیکن ان چیزون مین ابھی بہت زیادہ اضافہ کی گنجائش ہے۔

بعض عنوانات کے نحوی سامحات بھی آیندہ اڈیشن مین ترمیم طلب ہین، مثلاً "دوپہر سرا" "سہ پہر سرا" "کارنانۂ بلاؤ" "ممبری کونسل" وغیرہ کی اضافت۔

ان خفیف جزئی فروگذاشتون کے باوجود "سلسلۂ منتخبات نظم اردو" اردو شاعری کا "سلسلۃ الذہب" ہے، اور بلا پس وپیش کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بہتر وجامع تر کوئی انتخاب موجود نہین،

لکھائی چھپائی اور جلدبندی کا اہتمام بغایت دیدہ زیب ہے، ہر حصہ جسکی ضخامت ڈیڑھ سو صفحے سے زیادہ نہین ہے، ۲۰×۳۰ کی چھوٹی تقطیع کا ایک نہایت ہی خولصورت مجلد ہے، تینون سٹ جنکو چھوٹی چھوٹی نو کتابون کا ایک مختصر کتبخانہ کہنا چاہیئے، تحائف وانعامات کے لئے خاص طور پر موزون ہین،

ہر حصہ کی قیمت عہ ہے، اور ملنے کا پتہ،

(۱) "محمد مقتدی خان شروانی علی گڈھ"

(۲) "محمد الیاس برنی، جام باغ، حیدر آباد (دکن)"

(۳) "شیخ مبارک علی، لہاری دروازہ، لاہور"،

مطبوعات جدیدہ

تفسیر سورۂ فاتحہ، سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب ہے، یعنی وہ قرآن مجید کی اصل اور قرآن مجید کے تمام حقائق واسرار کو جامع اور محیط ہے، اس بنا پر علمانے خاص سورۂ فاتحہ کی تفسیر اس نہج پر لکھی ہے کہ تمام قرآن مجید کی روح اور عطر اس ایک سورہ کے اندر آجائے اردو مین ابتک اس سورۂ مبارکہ کی ایسی کوئی تفسیر نہین لکھی گئی تھی، جناب مولوی محی الدین احمد صاحب بی، اے قصوری، سابق مدیر اقدام (کلکتہ) وناظم جمعیت دعوت وتبلیغ اسلام (پونہ) نے جو مدت تک مولانا ابوالکلام صاحب کے درس قرآن مین شریک رہ چکے ہین، اس سورہ کی اردو مین ایک مبسوط ومفصل تفسیر لکھکر شایع کی ہے، طرز بیان موثر، طریقہ ادا سہل وآسان، اور قرآن مجید ہی کی آیتون کی مدد سے مطالب کی تشریح کی ہے، جا بجا حالات موجودہ کی طرف بھی اسمین اشارات پائے جاتے ہین، قومون کے انحطاط اور جماعتون کے فساد اخلاق کے اصول وقوانین اور قرآن مجید سے ان کے طرق علاج وتدبیر کی تفصیل کی ہے، مسلمانون کے لئے اسکا مطالعہ نہایت مفید ہوگا

لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، تقطیع چھوٹی، خط باریک، صفحات ۳۰۸، قیمت عہ، پتہ: الہلال بک ایجنسی، شیرانوالہ دروازہ، لاہور،

کلیات شیفتہ وحسرتی، نواب عظیم الدولہ محمد مصطفےٰ خان المتخلص بہ شیفتہ وحسرتی، دلی کی اس آخری بزم کے رکن تھے جو ۵۷ھ کے غدر کے بعد بھی شاہجہان کے دار السلطنت مین قائم تھی، شیفتہ کا اردو اور فارسی کلام اساتذہ کے رنگ کا ہے، نواب حاجی محمد اسحاق خانصاحب مرحوم خلف الصدق نواب شیفتہ مرحوم نے شیفتہ کے اردو اور فارسی کلام کے مجموعہ کو یکجا کر کے

طبع کرایا تھا، اکثر غزلین، غالب و مومن کی غزلون کی ہمطرح ہین، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین شاعر کے حالات و واقعات درج ہین، قیمت عا ر پتہ: مصطفےٰ کیسل، میرٹھ،

حزن اختر، دائرۂ ادبیہ لکھنؤ تعریف کا مستحق ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ادبی و علمی رسائل کا سلسلہ وقتاً فوقتاً شایع کرتا رہتا ہے، طبع و اشاعت مین لطافت اور حسن سلیقہ بھی ہمیشہ ملحوظ رکھتا ہے، آجکل قید و بند کا دور ہے، شاید اسی مناسبت سے ملک اودھ کے آخری اسیر فرمانروا واجد علی شاہ اختر نے اپنی قید کے حالات مین اردو مین جو مثنوی لکھی تھی، دائرہ ادبیہ نے اسکو چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہے، جلد اور جلد پر کتاب کا سنہرا نام سلیقہ مندی کو ظاہر کرتا ہے، مظلوم قیدی کا بیان خود مظلوم قیدی کی زبان سے جسقدر موثر ہو سکتا ہے، اسی قدر یہ مثنوی حسرت انگیز ہی، آغاز مین مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کا ایک دیباچہ ہے، مولوی صاحب کی ابتدائی زندگی مٹیا برج مین گذری ہے اسلئے ان کے قلم سے اس داستان کی تقریب و تمہید نہایت دلچسپ ہے، صفحات ۱۵۰ قیمت غیر مجلد ۸ ر مجلد مطلا عہ ر پتہ دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

اسلام کا اثر یورپ پر، معارف مین اس عنوان سے قاضی احمد میان اختر جوناگڈہی کا ایک مبسوط مضمون شایع ہوا تھا جسمین خود مورخین یورپ کے بیانات سے اسلام کے ان اثرات کو دکھایا گیا تھا جو یورپ کے تمدن پر پڑے ہین، "دائرۂ ادبیہ" نے اس مضمون کو اپنے سلسلہ مین داخل کر کے ایک مستقل رسالہ مین شایع کر دیا ہی، رسالہ پر معلومات ہی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۶۶ صفحات، جلد خوبصورت، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت غیر مجلد ۴ ر مجلد مطلا ۱۲ ر، پتہ دائرہ ادبیہ لکھنؤ،

دائرہ کو یہ مشورہ دینا بیجا نہ ہوگا کہ وہ اپنے سلسلہ کے تمام مطبوعات کو ایک ہی تقطیع پر شایع کرے تاکہ یکسانی و ہم قامتی اسکے پورے سلسلہ کے حسن و لطف کو دوبالا کر دے،

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عہ ۱۲ر

سیرۃ عائشہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولی کی خانہ جنگیو نکے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب و اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت عا ۸ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۱ر

دوسری ریڈر، طبع دوم ۱ر

رسالہ اہل سنت و الجماعت فرقہ اہل السنۃ و الجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

بہادر خواتین اسلام، ۲ر

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی و سیاسی کارنامون اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰، قیمت عہ ۸ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عا، غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت سلیس و سنجیدہ ترجمہ مجلد عا

مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفۂ جذبات، طبع جدید مع ترمیم عا ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یوروپین مارلس کا ترجمہ جلد اول قیمت ے ر

ایضاً، جلد دوم عا

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ

ایضاً قسم دوم ۴ر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف در فلسفہ جدید و مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل و قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول و دوم ے

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲ عا ر

مولوی عبد الحق بی اے منصف لکھنؤ

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف، عا

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عا

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کی جامع مختصر سوانحعمری، عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس وعام فہم زبان مین قیمت ۸/

رموز فطرت، طبعیات، طبقات الارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین ۱۲/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ؎

انبارہ قصے، خلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحے ۱۰۴

الانسان اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳ قیمت ۱۲/

تسہیل البلاغت ؎

مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما

یاد ایام گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہین وہان کے امرا، وزرا، علما، اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی گئی ہے صفحے ۸۴، قیمت عہ/

سوراج از مہاتما گاندھی اردو ۸/

بدیہہ گوئی از ہوش بلگرامی عہ/

قواعد رکنیت دار المصنفین ترمیم جدید

۱- ہر شخص جو دار المصنفین کو عہ یکمشت ادا کریگا وہ "رکن دائمی" قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اسکو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲- جو دار المصنفین کو عہ سالانہ ادا کریگا وہ "اول رکن اعانت" ہوگا اور اوس کو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ (معارف) اور سال کی تمام مطبوعات بلاقیمت نذر کی جائینگی،

۳- عہ سالانہ ادا کرنیوالا دوم رکن اعانت ہوگا، اسکو معارف بلاقیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائنگی،

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت صہ ہے اور قیمت فی پرچہ ۸/ (۲) نمونہ کا پرچہ صہ مین دی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہوجاتا ہے، اسمین عموماً تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دین ورنہ بعد کو انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخیر تاریخ تک مطلع کرین

(۴) خریداران معارف خریداری خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کرین ورنہ تعمیل مین دقت واقع ہوتی ہے اور تاخیر بھی ہوتی ہے،

(۵) قومی انجمنون اور کتبخانون سے اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین، افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین۔

منیجر دار المصنفین مسعود علی ندوی